یا ایّہا المزّمّل قُم

UNIV
MAY
MUSLIM UNIV

فصاحت
دُرجِ لُولُوئی

یعنی

کُلیاتِ کلام منظوم فارسی، عربی، اُردو، انگریزی

نواب بہادر الحاج ڈاکٹر سر **محمد مزمّل اللہ خاں** صاحب
کے بی، او بی ای، کے سی آئی ای، ال ال ڈی مرحوم و مغفور
رئیس و آنریری مجسٹریٹ قلعۂ جدید بھیکم پور ضلع علی گڑھ

بعد ترتیب و اضافۂ حواشی باہتمام

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

در شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ طبع شد

M A

M.A.LIBRARY, A.M.U.
PE3650

02

٣٦٥٠

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگارشِ گزارش

نواب بہادر محمد فضل اللہ خاں صاحب مرحوم کی علمی اور دینی خدمات میں غالباً آخری خدمت کتاب البشریٰ کی اشاعت ہے جو صرف مرحوم ممدوح کی فیاضی سے عمل میں آسکی۔ اس کا مفصل ذکر کتاب مذکور کے دیباچہ میں موجود ہے۔

نواب صاحب مرحوم کے بعد بھی جن علمی کارہائے خیر کا سلسلہ اُن کی ریاست سے جاری ہے (خدا اُسے دیر تک جاری رکھے) اُن میں غالباً سب سے پہلا کام اُن کے اس دیوان کی ترتیب ہے۔

گویا اُن کی پہلی زندگی علمی خدمت پر ختم ہوئی۔ اور اُن کی دوسری زندگی (خدا اُسے بھی سرسبز و شاداب کرے) علمی خدمت سے شروع ہوئی۔

البشریٰ کی طبع و اشاعت میں جس قدر اخلاقی حصہ حضرت قبلہ نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہ کے دینی جذبے اور علمی شغف کا ہی اُسے میں کتاب مذکور کے اپنے لکھے ہوئے مقدمہ موسوم بہ "تبشیر" میں بتا چکا ہوں۔ اور اب اس دیوان کی اشاعت کے سلسلے میں بھی یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کی اشاعت کا انحصار کلیتہً نواب صدر یار جنگ بہادر کے ذوقِ سلیم پر ہی۔ نواب بہادر مرحوم کے بعد اُن کے کاروبار نے جو مراحل طے کئے اُن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہی۔ صرف اتنا جان لینا کافی ہی کہ مرحوم کے انتقال کے معاً بعد وہ چندے نواب صدر یار جنگ بہادر کی نگرانی میں رہی۔ چنانچہ اسی زمانہ

CHECKED 1996-97

کا اُن کا ایک (شاید پہلا) کام یہ ہوا تھا کہ انھوں نے نواب صاحب مرحوم کے دیوان کا مبیضہ بغرضِ طبع و اشاعت میرے سپرد فرمایا۔ غیب دان خدا ہے۔ باقی ظاہری حالات یہ ہیں کہ اگر نواب صدر یار جنگ بہادر اس جانب فوراً توجہ مبذول نہ فرماتے تو وہ ہرگز شائقین کے ہاتھوں تک نہ پہونچ سکتا (اور کچھ عجب نہیں کہ تلف بھی ہو جاتا) خداوند تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

خلاق برحق و قادر مطلق نے انسان ضعیف البنیان کو بیشمار قوتیں ودیعت فرمائی ہیں جن میں بعض قدرتی طور پر قوی و اقوی اور بعض ضعیف و اضعف ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی اُسی کی قدرت کاملہ اور مشیت حقہ کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ممارست و مزاولت سے ضعیف سے ضعیف قوتیں قوی سے قوی تر ہو جاتی ہیں اور مہمل چھوڑ دینے سے قوی سے قوی قوتیں قریب بفنا ہو جاتی ہیں۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ نواب بہادر محمد فضل اللہ خاں صاحب کے اندر خداوند تعالے نے ملکۂ شعریہ شروع ہی سے قوی رکھا تھا یا انھوں نے اُسے (مثل اپنی بہت سی دوسری قابلیتوں کے) محض مشق و تکرار سے قوی کر لیا تھا۔

دوسری طرف یہ بھی واقعہ ہے کہ شاعری کی اُن کی اس درجہ قابلیت سے (جیسی کہ اس دیوان سے ظاہر ہوتی ہے) بہت ہی تھوڑے نفوس واقف ہوں گے۔ حال آں کہ بھیکن پور کی تاریخ کا ایک دَور شاعری کا دور بھی تھا جب کہ وہاں بڑے بڑے با کمال شاعروں کا گزر اور قیام ہوتا تھا اور غزلیں لکھی جاتی تھیں اور قصیدے پڑھے جاتے تھے۔ اور مثنویوں کے لئے مضامین جہاں ملتے تھے وہاں سے (حتیٰ کہ "دریا پار" سے) لائے جاتے تھے۔ مگر یہ سب واقعات موجودہ نوخیز نسل کے علم (کم سے کم یاد) سے پہلے کے ہیں۔ ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جنھوں نے نواب صاحب مرحوم کو بڑے بڑے دبدبہ کے درباروں میں اپنے قصیدے کو نہایت لقلقہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ مگر

میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُن کی طبّاعی اور خوش گوئی کا معتقد ہونے کے باوجود اُن کا ایک "صاحبِ دیوان" شاعر ہونا کسی کے بھی حاشیۂ گمان میں نہ ہوگا۔

عمر کے بالکل اخیر دور میں انھیں چھوٹی چھوٹی (دوبیتی) نظمیں لکھنے کی دھت ہوگئی تھی۔ اپنی تنہائی کے کسی وقت میں فکر کرتے اور اس کے معاً بعد کے مناسب مجمع میں نتیجۂ فکر پیش فرماتے۔ اکثر مجھے بھی اس مربیانہ تخاطب کا شرف حاصل ہوتا۔ وہ ان نظموں کو اُن کے چومصرعی ہونے کے سبب سے "رباعی" فرمایا کرتے۔ اول اول بپاسِ ادب میں نے کچھ عرض نہ کیا۔ لیکن ایک بار ہمت کرکے میں نے رباعی کی تعریف لکھ کر بھیجی اور عرض کیا کہ رباعی کا مسلّمہ وزن ہے:۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" آں جناب کا یہ کلام رباعی نہیں بلکہ "قطعہ" ہے۔ اس کے بعد جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے (مجھے معلوم ہوا کہ بعض مجمعوں میں میری غیبت میں بھی) نہایت لطف کے ساتھ فرمایا کہ "تم نے تو ہماری کاوش پر لاحول ہی بھیج دی"۔

نواب صاحب مرحوم کے بعد نواب صدر یار جنگ بہادر نے جب دیوان کا مسودہ چھاپنے کی غرض سے میرے سپرد فرمایا تو اُس میں ساری نظمیں ترتیبِ زمانی کے ساتھ تھیں۔ موجودہ ترتیب میری ہی۔ میں نے تمام نظموں کو اول صنف وار کیا ہے، پھر ردیف وار۔ اور زمانہ کے تعین کے لئے ہر ایک کی تاریخ قلم بند کر دی ہے۔ جو نظمیں یا اشعار تلمیح طلب تھے اُن کی تلمیحات بھی لکھ دی ہیں تا کہ ناظرین کی واقفیت (اور واقفیت سے لطف اندوزی) میں اضافہ ہو۔ دیوان کا نام "دُرجِ لولوِ فصاحت" اُنھی کے ایک شعر بلکہ دوسرے ہی شعر سے اخذ کیا گیا ہے۔

دیوان کی زبان چونکہ فارسی ہے اس لئے میں نے بھی جو کچھ لکھا ہی اُسے فارسی ہی میں لکھنے کی کوشش کی ہی لیکن مجھے یقین ہی کہ ان کی رواں دواں اور خوش خرام زبان کے مقابلہ میں میری "فارسی کی ٹانگ" "لنگڑی" (یا شاید "ٹوٹی" ہوئی) معلوم ہوگی؎

ہنر ور گر بزرگان گوہر شناس   سخن را بانصاف دارند پاس

چو زیں بلبلہ صاف نوشی کنند   فرومانده را عیب پوشی کنند
زر از دہشتِ بار نتواں گذاشت   گل از زحمتِ خار نتواں گذاشت
خریدارِ دُر گرچہ باشد بسے   سفالینہ را ہم ستانند کسے
سزد گرچہ آوازِ خر خندہ را   بود ارغنوں گوشِ خر بندہ را
برو بادِ بخشایشِ دادگر   کہ بر من بہ بخشش گمارد نظر

علیٰ ہذا بیضہ کی بعض دوسری توضیحات کو بھی میں نے قائم رکھنا ضروری سمجھا ہے۔

جیساکہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے پورے دیوان کے اندر محض چند نظمیں اردو کی ہیں۔ ایک عربی کی ہے، حتیٰ کہ ایک انگریزی کی بھی ہے۔ یہ سب مجموعی طور پر بھی فارسی کے مقابلہ میں محض "برائے بیت" ہیں۔

میں چاہتا تھا کہ اس ضمن میں نواب صاحب مرحوم کے کچھ مفصّل حالات (کم ازکم وہ جو اس دیوان کے مضامین سے مستنبط ہو سکتے ہیں) ضبطِ تحریر میں لاؤں لیکن افسوس کہ زمانہ نے نامساعدت کی اور میں اس خدمت کا فخر و شرف حاصل کرنے سے قاصر رہا۔ خدا ہی کو علم ہے کہ اس نیّت کا حشر کیا ہوگا۔ اس وقت تو بظاہر یہ نیت، "نیت شب" معلوم ہوتی ہے۔

بہرحال مجھے یقین ہو کہ ان کے کام کی طرح ان کے کلام کی بھی کافی قدردانی ہوگی۔ معلوم ہوتا ہو کہ اس کا انھیں خود بھی احساس تھا جو اس شعر سے ثابت ہے ؎

شوی ز قدرِ ہنرِ قُل بآں زماں آگاہ
کہ شادماں برود زیں سرائے بوقلموں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی
مرتّب و طابع و ناشر دیوانِ ہذا

مطبعِ شروانی، علی گڑھ
(جمعہ ۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۰ھ و ۳۰ مئی سنہ ۱۹۴۱ء)

UNIVERSITY
25 MAR 1957
MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناجات

الٰہی روشنیِ نورِ عرفاں بخش جانم را (۱) کرامت کن توانائیِ ایمانی روانم را
خدایا درجِ لولوے فصاحت کن زبانم را پسندِ خاطرِ معجز بیاناں کن بیانم را
سخن در مدحِ تو گویم دو دست از ما سوا شویم نہ پروائے بود از غیرِ جانِ ناتوانم را
نہ بودم لائقِ خدمت نکردم ہیچ یک طاعت بیالودم بقولِ ناسزا ظرفِ دہانم را
علیم ستی و دانائی خبیر ستی و بینائی تو آگاہی و یکتائی مکن افشا نہانم را
تو جبّاری و قہّاری تو غفّاری و ستّاری ز قہرِ خود امانم دہ ہمی پوشاں عیانم را
نیابم از یکے راحت کنم قربانِ درگاہت نہانم را عیانم را زبانم را بیانم را
گنہگار و خطاوارم زیاں کار و گراں بارم عقوبت را سزاوارم مگر بخشی امانم را
اگر بخشی عطائے تو نہ بخشی رضائے تو فدائے مصطفائے تو نمایم نقدِ جانم را
حبیبِ تو طبیبِ من طبیبِ من شفیعِ من شفا یابم چو بخشائی گناہِ بیکرانم را
بطوفِ خانۂ کعبہ مرحّل را رساں یارب
خدایا خاکِ یثرب کن رمیمِ استخوانم را

ملاحظہ شدہ است

حمد

د

بجسمم تا کہ جان و در تنم تاب و تواں باشد (۱) ثنائے خالقِ اکبر مرا وردِ زباں باشد
شہنشاہے کہ شاہانِ عجم محتاجِ درگاہش خداوندے کہ بر مسکین و عاجز مہرباں باشد
بہ کن پیدا کنِ مخلوق بے رنج و بلا زحمت بدستِ او زمامِ انتظامِ دو جہاں باشد
نبودہ ہیچ امّا بود ذاتش در قدم ظاہر نباشد ہیچ لیکن ذاتِ پاکش جاوداں باشد
ز ذرّہ تا بخورشید است از انوارِ او روشن بہ تدبیرش سرانجام و نظامِ جسم و جاں باشد
ز فضلش صد ہزاراں عقدۂ دشوار حل گردد بلا حکمش یکے آسان تدبیرے گراں باشد
نہ بتواں قطرہ باریدن از ابرے بلا حکمش اگرچہ در پئے تدبیرِ ایں ہر دو جہاں باشد
بہر نامے کہ می خوانم ترا موسوم آں بینم بہر وصفے کہ بستانم ورا موصوف آں باشد
بہر جائے کہ می جویم ترا موجود می یابم نشانِ لامکانی رونقِ ہر یک مکاں باشد
مزمّل باش خاموش و جبینِ عجز پیش افگن یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء بوقتِ شام [ل]
ثنائے خالقِ اکبر بیانِ لابیاں باشد ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء

ز محتاج انعامش

بدست قدرتش سررشتۂ نظمِ جہاں باشد

نعت

(ششم جولائی سنہ ۱۹۰۱ء شروع کردہ نہم جولائی سنہ ۱۹۰۱ء اختتام یافت)

ا

جانم فدائے حضرتِ محبوبِ کبریا (۱) کہف الوریٰ رسولِ خدا شاہِ انبیا
شمس الہدیٰ سپہرِ علا آیۃ التقیٰ ماہِ صفا سحابِ سخا منبعِ عطا
بحرِ کرم ولیِ نعم کاملُ الشیم نورِ قدم امامِ امم تاجِ اصفیا

[ل] ممکن کہ شعرِ مقطع بتاریخِ موخر الذکر فکر فرمودہ باشد۔ مرتب

منهاج شرع قامع کفر و ضلال و شرک   مفتاح باب رحمت و گنجینهٔ خفا
مصباح نور خالق انوار کائنات   مصداق هرچه هست ز اوصاف ماسوا
منقاد حکم داور بی‌شبه و بی‌نظیر   معیار فضل قادر بیچون و بی‌چرا
واللّٰه مثل ذکرک ما سمعت الاذن   باللّٰه مثل وجهک العین ما تری
ذکر تو در کلام خداوند ذوالمنن   روی تو آبگینهٔ صاف خدانما
یا مصطفی تحیّر فی وصفک العقول   لولاک تا چه سرّ و چه رازست انّما
نسخ ملل کرشمهٔ از جلوه‌های تست   فسخ کتب به نطق تو از گفتهٔ خدا
محتاج التفات تو هر مفلس و غنی ست   سائل ز فیض تو چه گدا و چه پادشا
گردن کشان دهر به حکم تو سرنگون   از چاکر تو قیصر و کسری گریزپا
در روم و شام و مصر و عراق ست چین و هند   امر و نواهی تو مطاع اولو النهی
اوحی عبارتی ست ز نطق فصیح تو   ادنی اشارتی بود از قرب تو دنی
از عرش تا به فرش بود زیر پای تو   از فرش تا به عرش به معراج تو گوا
موسی به یک طلسم تجلّی ز هوش رفت   چشم تو عین ذات عیان دید و ما طغی
صلّی علیک فالق الاصباح معلنا   امرست تا درود کنم بر تو بر ملا
یٰسین و نون و قاف و فتحنا و نجم و صاد   مزمّل و مدثّر و طٰهٰ و والضحیٰ
از نام تو مسجّل و نازل بشان تست   در وصف تو مکمّل و مدح ترا سزا
دانا حکیم و فلسفی و عالم و طبیب   شاهنشه و وزیر و امیران اغنیا
گرد و جوان مرد و سلحشور و شهسوار   شیرین زبان سحر و بیان و سخن سرا
صنّاع و کاردان و هنرپرور و ادیب   تجّار و مالدار و زمیندار و کدخدا
خوبان گلعذار و حسینان و ماه رو   مرتاض و پاکباز و جوانان پارسا
رمّال و ستاره شناس و شریف و نیک   مستوفیان دهر و امامان و پیشوا

ن تدبیردان ستاره شناس و شریف نیک

ن
خاکِ نعالِ خادمِ تو تاجِ فرقِ ما
۲ / اگست ۱۹۱۸ء

از کمترین امتیانِ تو بوده اند بر فرقِ شان نعالِ بلالؓ ست فرق سا
قَدْ خَابَ مَنْ اَتَاكَ عَنِيْدًا وَّمُنْكِرًا ق مَنْ جَاءَ فِیْ اَمَانِكَ وَاللهِ قَدْ نَجٰی
ضرب المثل بہ جہلِ عرب بودہ تا کہ بود از فیضِ ذاتِ پاکِ تو در پردۂ خفا
فخر البلاد ملکِ عرب گشت تا کہ گشت ذاتِ مبارکِ تو بہ دنیا کرم نما
کفّار و مشرکین و شیاطین و ملحدین ق ناحق شناس و ناخلف و زشت و ژاژ خا
کم فہم و کم تأمّل و کم بین و کم خرد بد ذات و بد صفات و دل آزار و جاں گزا
از یک ہزار و سہ صد و چندے ست کردہ اند جہدِ بلیغ از پئے تخریبِ دینِ ما
از صدقِ قولِ تست کہ تا جملہ ماندہ اند مخذول و خوار و نا رسیدہ بہ مدّعا
دنیا ز جہل و ظلم و عداوت بہ تنگ بود عالم بہ شرک و بدعت و عصیاں مبتلا
آمد بجوش چشمۂ الطافِ لم یزل پیدا نمود شخصِ ترا بہرِ اہتدا
نورِ تو گشت ظاہر و ز آفاق دور کرد فسق و فجور و معصیت و بدعت و بلا
ن: نورش آفاق ہر ز پرتوِ نورت منوّر ست گیتی منظّم ست ز ارشادِ مصطفیٰ
تو بندۂ خدائی و ما بندگانِ تو اے مقتدیِ خالق و اے مقتدائے ما
وصّافِ تست واقفِ اسرارِ جزو و کل مدّاحِ تست خالقِ ایں ارض و ایں سما
انساں چگونہ مدح ترا می تواں ستود مخلوق کے بخالقِ خود گشتہ ہم نوا
دعوائے اختتامِ ثنائے تو نادرست تخییلِ انحصارِ ثنایت بود خطا
خاصہ چو من کہ بے ہنر و لاابالیم در بحرِ نعتِ پاکت چگونہ کنم شنا
صد شکرِ واہبے کہ مرا عقل و نطق داد رکلم لب بہ نعتِ اقدسِ تو گشتہ است وا
گر مدحِ تو نگویم نفریں بہ جانِ من در وصفِ تو سرایم طاقت بود کجا
آرے بقدرِ وسعتِ خود کردہ ام بیاں اینک بقدرِ ہمّتِ خود می کنم ادا
وصفِ تو خوانِ نعمتِ الوان و من فقیر از خوانِ اغنیا برسد فیض بر گدا

ن: [illegible]
ن: [illegible]
ن: صفات
ن: [illegible]

للہ یک نگاہِ عنایت به حالِ من   بهرِ خدا مرا برهاں از غم و بکا
جانم حزین و زار و پراگنده و خجل   کارم خراب و خوار و دلم خسته و هبا
عصیانِ من ز ریگِ بیاباں فزوں ترست   طغیانِ من چو آبِ بحارست موج زا
عمرم بفکرِ دولتِ دنیا بصرف رفت   در بندِ جاہ و قیدِ عمارت لبالها
روزم باشتغالِ حکومت بسر شود   شب ها به خوابِ ناز و خیالاتِ ناروا
هر ساعتم ز لهو و نواهی نشاط جو   هر لحظه ام ز بادهٔ نخوت طرب فزا
عمرم بشصت و شش رسید و نکرده ام   از صد هزار طاعتِ رحمٰن یکے ادا
تو مهرباں مهیمن و من طاغی و کفور   کفرانِ من ازایں چه بود بیش اے خدا
اے واے بر جهالت و بر خودسریِ من   صد واے بر حماقت و عصیان و بر هوا
از من زیادہ کس نبود در خورِ عذاب   وز من زیادہ کس نبود لائقِ سزا
هاں اے رسول گر تو کنی عرضِ من قبول   صد ناروای من به یک آنے شود روا
یک شربتِ شفاعتِ تو روزِ دار و گیر   بیمارِ لاعلاج تنم را بود شفا
بخشایدم خداے که بخشش بدستِ اوست   وَاللّٰه اِنَّ رَبَّکَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَا
از بخششم مراد فقط قربِ ذاتِ تست   نے حور و نے قصور و بهشت ست مدعا
در خدمتِ تو باشم و راضی ز من اله   در حضرتِ تو باشم و خوشنود کبریا
مزمّلا خموش که حدِّ ادب رسید   در بارگاہِ قدس بزاری بکن دعا
یارب سبیلِ بخششِ من می نما بمن   یارب تو راہِ یثرب و بطحا بمن کشا
تا بر بآستانِ رسولت نهیم سر   شوئیم گردِ دامنِ اخلاص با بکا
گریم چناں که آتشِ عصیاں فرو شود   بر مغفرت فرشتهٔ رحمت زند صلا
روے سیاہ من شود از رحمتت سفید   موے سفیدِ من شود از وجد مشک سا
شادان و بامراد رسم بر درِ رسول   کش خاکِ رہ بدیدہ کند کارِ توتیا

ن شب ها بخوابِ غفلت و تخییلِ ناروا
ن عصیان زاشکها
ن خاکِ درش

با شوق و ذوق و جوش و خروش و سرور و وجد
گویم کہ یا محمدؐ روحی لک الفدا
واللہ انت حیٌّ فی قبرک الشریف
شاہا نمائے رحم بحالِ من گدا
صلوٰۃ بر محمدؐ و تسلیم بر نبیؐ
صدہا سلام خوانم و از جاں کنم ندا
من تا بدرگہِ تو رسیدم بصد خلوص
من پائے سعی داشتہ ام تا بانتہا
زیں پس شہا تو دانی و داند خدائے تو
بخشد زہے نصیب نہ بخشد من و رضا

---

(۲)

در مجلسے کہ ذکر ثنائے محمدؐ ست
آں انجمن عزیز خدائے محمدؐ ست
۴ دانی کلیدِ گنجِ رضائے خدا چیست
حبِّ محمدؐ ست و ولائے محمدؐ ست
عشقِ نبی وسیلۂ فرخندہ فالی است
جانم فدائے آنکہ فدائے محمدؐ ست
حور و قصور و کوثر و تسنیم و سلسبیل
دانی کہ چیست محض رضائے محمدؐ ست [illegible]
موسیٰ بہ طور رفت و مسیحا بر آسماں
معراجِ عرش خاص برائے محمدؐ ست
ایمان و جان و مال و خرد دادۂ خداست
اہدائے راہ صدق عطائے محمدؐ ست [illegible]
در روزِ حشر شافعِ قومِ گناہگار
باللہ کہ ہیچکس نہ سوائے محمدؐ ست
بخشائے بر خطائے من اے ماحی الذنوب
مزملِ غریب گدائے محمدؐ ست

(بتاریخ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء از مغرب تا بعشا
گفتہ شد)

(۳)

ص ۶۰ [illegible]
من مدح خوانِ حضرتِ باری تعالیم
یک چاکرِ کمینۂ سرکارِ عالیم
فخرم بلے بجاست کہ شعرم بنامِ اوست
حقا غلامِ بارگہِ ذوالجلالیم
شیدا و مبتلائے جمالِ محمدؐ م
عشقِ نبی وسیلۂ فرخندہ فالیم

روحی فداک یا قرشی ہاشمی لقب　　بہرِ خدا نگر بسوئے خستہ حالیم
از دست بردِ نفس عجب پاشکستہ ام　　بیزار از حیاتم و از جاں ملالیم
چوگانِ نفس گوئے دلم را چو صولجاں　　گاہے جنوبیم کند و گہ شمالیم
دیوِ لعینِ نفس مرا کردہ سحر بند　　اے وائے او مقدم و من ہیچو تالیم
تا آتشے بجانِ پلیدش در افگنم　　دردے بمن نمائے ز اسمِ جلالیم
اے رحمتِ تمام جہاں۔ بہ رحمتے بہ من　　للہ دار وے پئے آشفتہ حالیم
تا چند سر بپائے خساں خم کنم بعجز　　یا مصطفےٰ خلاص کن از پائمالیم

مزملا گلیم تو مطبوعِ احمد ست
حاشا کہ حاجتے بود از شال و قالیم

ملاحظہ شد
[illegible]

---

(۴)

محمد مصطفےٰ محبوب ربّ العالمین ستی　　بہین ستی، مہین ستی، گزین ستی، متین ستی
امام المتقین ستی، ملاذِ مومنیں باشی　　شفیع المذنبین و رحمة للعالمین ستی
حبیبِ کبریا ستی، طبیبِ دردِ ما ستی　　شہِ دنیا و دینی مہبطِ روح الامین ستی
بہ سیرت پرتوِ خالق بہ صورت خوشتر از عالم　　صبیح استی، ملیح استی، جمیل استی، حسین ستی
تو از بہرِ نجاتِ امتِ عاصی ضمان ستی　　تو از بہرِ خلاصِ ما مسلماناں ضمین ستی
شہِ لولاک ہستی باعثِ ایجادِ کونینی　　نخستیں علتِ تخمیرِ جنسِ ما، و طین ستی
بشیر ستی، نذیر ستی، شہیر ستی، منیر ستی　　رؤف ستی، رحیم ستی، کریم ستی، امین ستی
توئی یٰسین و مزمل، توئی طٰہٰ و مدثر　　تو سردارِ دو کون و مقتدائے اہلِ دین ستی
بشر ہستی ولیکن مصدرِ وحیِ خداوندی　　خدا را بندہ و از ہر دو عالم بہترین ستی
جہاں یکسر بہ یکسو ذاتِ حق گوئیت بہ یک جانب　　بہ نیروی صداقت ناشرِ دینِ مبین ستی
بہ مصباحِ ہدایت ظلمتِ شرک از جہاں بردی　　برائے محفلِ توحید صدرِ راستین ستی

[illegible]

نہ گفتی جز دعا کفّار و اشرارِ ستمگر را   سرت گردم سزا وارِ ہزاراں آفریں ستی
گہے فخرِ زمین و گاہ زیبِ آسماں باشی   گہے مہمانِ رب العرش بر عرشِ بریں ستی
مطاع و مقتدائے عاقلاں در ہر زماں باشی   متاعِ افتخارِ کاملاں در ہر زمیں ستی
شہا، شاہنشہا، بندہ نوازا، خسروا، میرا   تو در دنیا و در دیں مالکِ تاج و نگیں ستی
عزیز و خوب صورت، خوب سیرت، خوب رو ہستی   شریف و پاک طینت، پاک ذات و پاک بیں ستی
علم افرازِ احکامِ شریعت در ہمہ عالم   بہ روم و شام و مصر و ہند و در ایران و چیں ستی
غرض بالاتری از جملۂ اوصافِ امکانی   چہا گویم کہ چونی آں چناں یا ایں چنیں ستی
فدای نامِ تو جانم طفیلِ تست ایمانم   ز چشمم گرچہ دوری لیکن از قلبم قریں ستی
ندا کردن بہ تو ممنوع پندارند محروماں   ازیں غافل کہ آخر قبلۂ اہلِ یقیں ستی
بہ ادنیٰ ضغطہ برخوانند مامک را و بابک را   چرا یت من نخوانم اے کہ ہر دم دل نشیں ستی
علیٰ رغمِ حریفاں برملا و فاش می گویم   اغثنی یا رسول اللہ غیاثِ ہر غمیں ستی
بوقتِ نزعِ جانم آ بہ قبرم جلوہ بنما   تسلّائے دلِ عاصی بروزِ واپسیں ستی
دمِ آخر نگویم جز رسول اللہ ادرکنی   گنہگارانِ امّت را محمّد ستی معیں ستی
زپا افتادہ ام بارِ گنہ بر دوش حیرانم   ز دستم گیر شاہا دستگیرِ ہر حزیں ستی
پس از مردن سوائے ایں نباشد آرزوئے من   شوم محشور با تو اے کہ در جانم مکیں ستی
خدایم نیستی، معبودِ من ہرگز نہ، حاشا   پئے یزداں شناسی ہادیِ من بالیقیں ستی
نہایت خستہ و زارم ز عصیاں سخت ناچارم   دمِ محشر شفیعم شو شفیعِ مستعیں ستی

خدایت صدقۂ محبوبِ خود باشد کہ آمرزد
جزاک اللہ مزمّل مادحِ سلطانِ دیں ستی

غزل

(۱)

قرار و صبر نصیبِ منِ خراب کجا　　کجا دلِ من و اندیشهٔ صواب کجا
مرا چه زهره که دعوائے عشقِ یار کنم　　کجاست ذرّهٔ ناچیز و آفتاب کجا
منم که مستِ تولّائے دوستم[1] ہر وقت　　سرور و وجد[2] کجا نشّهٔ شراب کجا
چرا ز عشق گرایم به زهدهائے واعظ[3]　　صفائے چشمهٔ حیوان کجا سراب کجا
به شعرِ من نرسد ہائے و ہوئے بوالہوساں　ص[4]　صدائے بوم کجا نغمهٔ رباب کجا
به حسن فرد توئی و به عشقِ من یکتا　ص[4]　ترا نظیر کدام و مرا جواب کجا
بحالِ من متعرّض مباش اے ناصح　　مرا دماغ ازیں گونه احتساب کجا
ز حسنِ ظنّ حبیبم ثنائے شعر کند[5]　　وگرنه نظمِ من فرد انتخاب کجا
چناں که رحمتِ پروردگار موفور ست[6]　　گناه گاری ما را بود حساب کجا
بسیر گیسو و زلفینِ یار[7] مصروف اند
به دیدهائے[8] مزمّل خیالِ خواب کجا

---

[1] ن دوست می باشم　　[2] ن سرورِ باده و　　[3] این شعر بسیار خوب ست. سنجر

[4] "ص" هم فرمودهٔ سنجر ست. مرتّب

[5] ن بود از خود ثنام گفت حبیب　　[6] ن بے پایاں　　[7] ن بسیر جلوهٔ دلدار خویش

[8] ن به چشمگان

(۲)

نگہے سوئے منِ خستہ خدا را یارا — چند خواہی تو بگو این ہمہ خوارا مارا
خواری من نہ بس است این کہ بہندی گویند — "در بدر خاک بسر پھرتا ہے مارا مارا"
تا شود خونِ دلِ مشکِ ختن در دلِ شب — شانہ برگیر مہا۔ زلفِ دوتا را آرا
پاے را خود بشکستم ز کمالِ غیرت — تا کہ منت نرسد از سرِ خارا مارا
جاے دلدار نباشد دلِ آشفتہ بخون — جہد کن از پئے دلدار بیارا جارا

اے مزمل تنِ تو زار و حبیبت بیزار
بعد ازین نیست بدرمانِ تو یارا مارا [لہ]

(۳)

خلاصِ جاں نہ بود قیدیِ کمندِ ترا — کشودِ کار کجا پائے بند بند ترا
نبود آنچہ بہ تقدیرِ خسرو و جمشید — میسر است ز لطفِ تو مستمندِ ترا
ہزار بوعلی و صد ہزار جالینوس — علاج می نتوانند دردمندِ ترا
مرا ز دامنِ پاکِ تو بوسہ ہوس است — مجال نیست کہ بوسم نقاب بندِ ترا
سوارہ می گذری از سرِ مزارِ غریب — بیا بیا کہ ببوسم سُمِ سمندِ ترا
کمالِ بدر فقط یک شب است در ہر ماہ — کند مقابلہ کے روے دل پسندِ ترا
مرا بعتبۂ عالیت جبہہ سائی بس — خیالِ من نہ رسد جوششِ بلندِ ترا
منم کہ نقشِ وفاے تو مہرِ جانِ منست — بدیگرے ہوسے نیست نقشبندِ ترا
اشارہ بشفا بوعلی کند حاشا — بہ حلِّ عقد۔ اسیرِ خمِ کمندِ ترا
اگر تو پند کنی واعظا ز رحم بدست — بہ جاں نثار شوم پندِ ارجمندِ ترا

[لہ] ملاحظہ شدہ است سنجر طہرانی

ملاحظہ شدہ است
نظم طباطبائی

سرِ نیازِ مزمّل خم ست بر درِ تو
سرست ناز بہ قسمت نیازمندِ ترا

(۴)

بہانہ ایست حدیثم خیالِ جنگ ترا ترانہ ایست ہجا ہم رباب و چنگِ ترا
نشانہ ایست دلِ زارِ من خدنگ ترا نشیمن ست تنِ خوارِ من پلنگِ ترا
رقیب خوگرِ راحت، منم بلاکشِ رنج ازیں گزیدہ ام از آشتیت جنگ ترا
ہزار گل بچمن بشگفد بدعوئ حسن ولے گہے نرسد آبِ روئے و رنگِ ترا
ہزار غنچہ دل تنگ پیچ و تاب خورد حریف کے شود آخر دہانِ تنگِ ترا
تراست چہرہ ہمچوں پری معاذ اللہ پری چگونہ رسد فرّ و ہوش و ہنگِ ترا
گلِ فرنگ بداں آب و تاب و خوبی و رنگ فسردہ گشتے اگر دیدے آب و رنگِ ترا
نعوذ باللہ اگر پا نہم بدرگہِ تو جبینِ خویش نہم آستانہ سنگِ ترا
بیا بیا کہ مرا جاں بلب رسید ز ہجر دلم گہے نہ پسندد دگر درنگِ ترا

مزمّلا تو جہولی و قافیہ تنگ ست
غنی گہے نستاید حدیثِ لنگِ ترا

صلا گفتم بہ شغلِ شعر گفتن خوش بیاناں را (۵) خریدستم بہ نقدِ جاں متاعِ نکتہ داناں را
اگر تسخیر می خواہی مسخّر کن دلِ عالم سزد تسخیرِ ملکِ دل بلے شیریں زباناں را
صبا در بزمِ وصلِ خوش نصیباں رو وزیدن کن مکن ناخوش دلِ غمدیدۂ آشفتہ جاناں را
زلوحِ مصحفِ رخسارِ مہرویاں سبق خواندم سزد تعظیم آرے زمرۂ قرآں خواناں را
خریدارِ دُرِ دنداں و لعلِ لب نمی خواہد متاعِ کاسدِ بے حاصلِ بازارگاناں را
بہ پیری ہر چہ می خواہی بکن معذور دارندت عذابِ وعظ و پند و منع باشد نوجواناں را

مزمّل از پسندِ خاطرِ احباب شاعر شد
دُرِ معنی نثار آمد بہ گیتی قدرداناں را

مجال نیست کہ پا در نہم بمحفلِ تو ۔ ایں مصرعہ اصلاح خودست کہ حالا بخیال آمد ۔ ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۶ء

گلِ فرنگ بصد خوبی و لطافت و رنگ ؛ نعوذ باللہ کہ مانَد رخِ فرنگ ترا ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۷ء
بعد چند سال از ترتیبِ اصلِ غزل ایں شعر بوقتِ خواب بخاطر گزشت صبح بر اینجا درج کردہ شد و امروز
بہ اثنائے سیرِ چمن گلِ فرنگ را دیدہ بودم شب بخیال ماندہ بود تا کہ شعرِ سابق یاد آمد باز اصلاح بخیال گزشت۔

بتاریخ ۲۳ و ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء گفتہ شد

(۶)

اے دلِ پُرخوں الا اے دیدۂ غمناکِ ما   شو کباب و ریز آبِ حسرتے بر خاکِ ما
اے صبا گر بگذری از عتبۂ بالاے دوست   عرض کن در حضرتش ایں حالتِ غمناکِ ما
قتل کردی عالمے بسمل نمودی کشورے   تا کجا ایں قتل و غارت۔ رحم۔ اے سفّاکِ ما
بخیہ بر چاکِ گریباں ناصحا مشکل نبود   از چہ ناکردی رفو ایں سینۂ صد چاکِ ما
در ہواے وصلِ آں بیداد گر باشد رقیب   ہاں مگر غافل بود از آہِ آتشناکِ ما
سر بہ پاے او نہادن کے مرا گردد نصیب   ہاں مگر بادِ صبا روزے رساند خاکِ ما

بذلہ سنجی از مزمّل العجب ثم العجب
نیست ایں جز جلوۂ فیضِ خداے پاکِ ما

بملاحظہ رسید درست
سنجر طہرانی

(۷)

مست و بےخود از درِ میخانہ می آئیم ما   از تصنّع و ز ریا بیگانہ می آئیم ما
لذّتِ عشقِ حقیقی از سرِ ما ہوش برد   در خیالِ زاہداں دیوانہ می آئیم ما
شمعِ رخسارِ پری رویاں ہلاکم کردہ است   آرے آرے فی المثل پروانہ می آئیم ما
لعل و گوہر گر نباشد در کفِ ما گو مباش   عاشقِ لعلِ لبِ جانانہ می آئیم ما
زاہداں ہشیار باشید از سر و دستارِ خویش   از درِ پیرِ مغاں مستانہ می آئیم ما
گو نماز و روزہ و تسبیح خوش آید مرا   چوں ز مسجد پا کشم رندانہ می آئیم ما
بوالہوسہا در خیالِ خویش گو عیبم کنند   در نگاہِ عاقلاں فرزانہ می آئیم ما
دوستداری با حبیبِ پاکِ حمانم خوش است   مست و لایعقل ازیں خمخانہ می آئیم ما
دوستانِ ما ز نطقِ ما پر از وجد و سرور   پہلوے حسّاد را دندانہ می آئیم ما
حاش للہ فخرِ من باشد ز شعر و شاعری   در صفِ ہیجا مگر شیرانہ می آئیم ما
فیضِ استادے چو سنجر تا کہ با ما ہمدم است ۱۰   ہاں بہ بزمِ شعر بےباکانہ می آئیم ما

اے مزمّل بر گلیمِ کہنہ فخر ار رواست
کز لباسِ عاریت بیگانہ می آئیم ما

دیدہ شد درست
سنجر

باور
نسی
می کند

[illegible]

۱۰- مولانا حبیب الرحمن خان شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر)

فیضِ استادِ ازل البتہ باہم [illegible]

(۸)

دوستاں گوش بآواز پریشانے را — ہمدماں یک نگہ لطف پشیمانی را
بشنوم کاش یکے حرف تسلا ز کسے — فاش تر گفتہ ام این دردِ نہانی را
شکوہ ام نیست ز قسمت نہ گلہ از احباب ق نہ شکایت ز عدو عرض سلطانی را
شکوہ از کردۂ خود دارم و دانم کہ علاج — نیست جز مرگ ستم دیدۂ ہجرانی را
کاش گر مرگ علاج دلِ محزوں بودے — بردمے بار ز منت دم نعبانی را
سوزِ ہجراں کہ درونِ منِ مسکیں سوزد — در لحد خاک نماید تنِ بے جانی را
قصۂ نار و لا العار لہ نہ بودے بجہاں — گر زباں داشتمے سینۂ نورانی را
خواری زاری و رسوائی و جاں کاویِ مرگ — ہمہ بہتر ز غمِ فرقتِ او جانی را
سوختم خاک شدم خاک مرا بادِ فنا — برد و ز و نیست نشانے ہیچ بیابانی را
زاں بسنگِ درِ تو می زنم و می شکنم — کہ جز ایں نیست مداوا سرِ حیرانی را
شاعری می نتواں عیب مرا پوشیدن — لعل بخشد نہ لباسے تنِ عریانی را
خوب شد عشق غرورِ منِ سرکش بشکست — غرقِ فرعون سزد موسیِ عمرانی را
شعرِ من کاش کلیم سخن آرا دیدی — تا نثارِ سرِ من داشتے ایرانی را

اے مزمل مزن از حسرت و حرماں حرفے
تا نہ آزردہ کنی خاطرِ مہمانی را

ملاحظہ شدہ است
نجم طہرانی

(۹)

تا فروغِ خانہ ام شد روئے رخشانِ شما — ہست سوزِ سینہ ام شمعِ شبستانِ شما
دیدۂ بے نور بینائی ندارد در جہاں — رفت نور از دیدہ ام بے روئے تابانِ شما
لذتے دارد پشیمانی و حیرانی عشق — راحتے از کس نجوید این پشیمانِ شما
گوہرِ خوش آب خود از قطرہ آبے بیش نیست — آبروئے آب و تاب از دُرِّ دندانِ شما
گو پریشانم ز ہجراں لیک شاد از یادِ تو — یافت خوش جمعیتِ خاطر پریشانِ شما
نشترِ فصاد ہرگز بر رگِ جانے نہ کرد — آنچہ جانِ من خلش دارد ز مژگانِ شما

عیب مرا کے بتواند پوشید

لہ عرب می گویند کہ در نار افتادن بہ کہ در عار یعنی احسان بردن یا کار شرمناک کردن — مرتب

ما گرفتارِ خمِ زلفِ سیہ ہستیم و بس   می تپد دل ہرے در سنبلستانِ شما
منت ایزد را کہ با این تابش و نور و فروغ   باغِ رضواں رشک دارد بر گلستانِ شما
نغمۂ بلبل نباشد جز ز فیضِ عشقِ گُل
شد مزمّل نغمہ سنج امّا ز فیضانِ شما

دوشینہ گشت زیبِ لبِ بامِ ماہِ ما (۹) آخر ثمر دمید ز اشجارِ آہِ ما
شوخی و عشوہ ناز و کرشمہ سپاہِ اوست   آہ و فغان و گریۂ زاری سپاہِ ما
از روزگار قطعِ تعلّق نمودہ ایم   بس روی و موے دوست سپید و سیاہِ ما
آں جلوہ ہاے دلبر و دلکش گناہِ کیست   گیرم کہ لافِ عشقِ تو باشد گناہِ ما
عریانیم زمالِ جہاں بے نیاز کرد   محتاجِ تاج نیست سرِ بے کلاہِ ما
تسبیحِ ماست رشتۂ زلفِ سیاہِ تو   ابروے تست سجدہ گہِ خانقاہِ ما
بیمار و خستہ را تو مسیحاے کاملی   للہ داروے پئے حالِ تباہِ ما
از نقشِ پاے دوست بیابیم دوست را   نبود بغیرِ لطفِ خدا زادِ راہِ ما
مزمّلا ز درد و الم کس خبر نشد
ہر کس بر غمِ خویش بود خیر خواہِ ما

بمن در راہِ عشقش سخت افتادہ است مشکلہا (۱۰) چہ محملہا چہ منزلہا چہ کشتیہا چہ ساحلہا
زحالِ زارِ[1] عاشقہا شنیدن گر ہوس داری   بطرفِ گلشنے بنشین و بشنو از عنادلہا
طراز طرز و طورِ محمل از لیلیٰ نشاں دارد   وگرنہ روز و شب بر ناقہا آرند محملہا
ز بندِ ماسوا بگسستم و با دوست پیوستم   تعالی اللہ عجب شغلے گزیدم از مشاغلہا
گلِ آدم فقط دارد فروغ و نورِ جانِ دل   وگرنہ از ازل اندودہ شد بس آب در گلہا

---

[1] ز لطفِ ساربان باشد کہ محبوبِ مرا آرد

چو دست یار بر گردن در آید دل برافروزد   چہ سود از سلکِ مروارید سازند ار حمایلہا
دریغا سالہا سرگشتہ می گردم بہر وادی   ہنوزم تا درِ دلدار باقی ماند منزلہا
چگونہ می توانم برشمارم ظلمہایش را   نہ من تابِ بیاں دارم نہ تابِ ضبطِ دردلہا
ز فیضِ سنجرست ایں شعرہائے نغزِ مزمّل
دگرنہ من کجا و ذکرِ من نقلِ محافلہا

دریغا عمرِ من شد صرف در بحثِ آزمائیہا (۱۱) مگر حاصل نہ شد غیر از ہجومِ نارسائیہا
برندیہا مکن عیبِ منِ سرگشتہ اے زاہد   کہ عمرے نیز بودم من بخبطِ پارسائیہا
فغاں کایں ابلہانِ بے خبر از عشق و تاثیرش   بمن طعن و ملامت می کنند از نارواییہا
بہ زاہد بیں کہ خود را ناخدائے قوم می خواند   معاذ اللہ خدائی می کند در ناخدائیہا
بنازم ربط و ضبطِ خویش را با حضرتِ حسرت[1]   زِ من طبع آزمائیہا ازو عزت فزائیہا
خدا را مرحمت فرما یکے دیدارِ خود بنما   کہ تنگ آمد دلم از رنج و آلامِ جدائیہا
مزمّل مست استغنائے خود باشد کہ می دارد
ز نظم و نثر گنجے شائیگاں در بینوائیہا

اے کہ مہِ روئے تو در آفتاب (۱۲)   رشک دہِ چہرۂ صد آفتاب
آفتِ جاں چشمِ شرر زائے تو   راحتِ جاں گر نبود در عتاب
قامتِ تو غیرتِ سروِ سہی   از نگہت برق بصد اضطراب
لعل ز لعلِ لبت از غصّہ خوں   از درِ دندانِ تو گوہر بہ آب
زلفِ پریشانِ تو بر روئے تو   لکّۂ ابر آمدہ بر ماہتاب
از پسِ صد پردہ کنی دار و گیر   عظمت للہ چو شوی بے حجاب

---

[1] حسرت شروانی یعنی مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں (نواب صدر یار جنگ) مرتّب

[illegible]

حسن تو اے غیرتِ حور و پری   ساختہ در ہر دو جہاں انقلاب
فتنۂ دین و دل و ایماں شدہ است   حسنِ بلاخیز تو اندر شباب
مارِ سیہ منفعل از زلفِ تو   تا چہ کند گر نخورد پیچ و تاب
ماہِ دو ہفتہ خجل از عارضت   مہر نہفتہ رخِ خود در سحاب
رحم ببزمِ قتیلِ بے چارہ کن
چند پسندی دلِ من در عذاب

۲۵ [illegible] ۱۹۱۸ء

۵ نگہِ یار کجا برقِ شرربار کجاست (۱۳) چشمِ عیار کجا نرگسِ بیمار کجاست
شکوۂ یار کجا طعنۂ اغیار کجاست   گل کجا، خار کجا، نور کجا، نار کجاست
از رہِ مدرسہ و مکتب و مسجد بگزار   سخن از ماست بگو خانۂ خمار کجاست
از گراں خوابیِ بخت آمدہ ام سخت بجاں   دوستاں بہرِ خدا طالعِ بیدار کجاست
مسجد و مدرسہ و صومعہا گردیدم   ہر کجا بے خبرانند خبردار کجاست
بہ مشامم نخورد بوئے گلاب و عنبر   بوئے دلدار کجا، طبلۂ عطار کجاست
جادۂ عشق عیان ست و رہِ زہد نہاں   تارِ تسبیح کجا رشتۂ زنار کجاست
سخنِ حق کہ بود باقی و دیگر معدوم   سرِ منصور کجا ہست و سرِ دار کجاست
تلخیِ ہجر نسازد بمن اے مرز قتیل
باعثِ فرحتِ دل شربتِ دیدار کجاست

[illegible]

(۱۴)
بہ دامِ گیسو و زلفِ کجت دلم بند ست ۴ خلاصِ کار ندانستہ ام کہ تا چند ست
بیا کہ بے تو بجانِ من آتش افتادہ است   جگر بتابش و دل در تپش نفس بند ست
ز شربتِ لبِ نوشینِ یار کن تجویز   طبیبِ گول چہ سودائے شربت و قند ست
علاجِ من مکن از آفتاب رس گلقند   کہ عارض و لبِ جانانِ من گل و قند ست
بیا بہ حلقۂ رندان و وعظِ من زاہد   کہ ہر کلام ز عشق ست و ہر سخن پند ست

به بزمِ پیرِ خراباتِ ما تماشا کن   که هر مغنے ز ارسطو به عقل مانندست
ز هجرِ یار به من کارِ صعب افتاده است   بوصلِ دوست دلم سخت آرزومندست
ز صدمهٔ تپِ فرقت تنم چو خار شده است   مرا بموے میانِ حبیب سوگندست
ز شرمساریِ عصیان شدم چو پرِّ کاه   به پشت بارِ گناهم چو کوهِ الوندست
بترسِ دوزخ و بیمِ سقر مشو دل تنگ   دلت ز حبّ شفیعِ الورا چو خورسندست
مزمّل از تو گنه کردن ـ از خدا بخشش
که بنده بنده و آخر خدا خداوندست

ملاحظه شده است
منجم طهرانی

(۱۵)
بوادیِ که درو میّتِ گدا خفته است   هزار همچو سکندر برهنه پا خفته است
ز خفتگانِ اجل کس خبر نمی آرد   گدا چگونه و چون مردِ بادشا خفته است
زمانه در پئے آزار و من ز خود غافل   عجب که غیر خبردار و آشنا خفته است
دلِ من ست که غافل بود ز کیدِ رقیب   نه غافل ست فقط خفته است تا خفته است
چنان فتاده دل از فرطِ خستگی بدرش   چسان شناخته گردد که مرده یا خفته است
بیا به میکده و فیضِ مے تماشا کن   هزار همچو فلاطون خُمِ آشنا خفته است
به حسنِ قسمتِ قسّام بین که شحنهٔ بخت   بقسمتِ همه بیدار و بهرِ ما خفته است
نگاهِ گرم تماشا و دل به فکرِ وصال   چو مست وقتِ تگاپو و پا بپا خفته است
کنید صبر و نه محشر بپا کنید کمی
مزمّل اللهِ رنجور حالیا خفته است

ملاحظه شده است
منجم طهرانی

(۱۶)
عکسے از گلگونه اش اندر شراب افتاده است   ماه را منزل قرینِ آفتاب افتاده است
طوقِ خودداری به گردن در شباب افتاده است   آتشے مانم که بر دریاے آب افتاده است
از تپ و تابے که اندر سینه می دارم نهان   جان پریشان ست و مرغِ دل کباب افتاده است
چرخ را گو دیده ها بر بدرِ خود دیگر مناز   از رخِ دلدارِ من امشب نقاب افتاده است

ازشعاعِ گیتی افروزِ جہاں سوزِ رخش آتشے اندر دلِ ہر شیخ و شاب افتاده است
المدد اے ہمنشیناں کز ہجومِ اشتیاق جانِ من در ورطۂ صد انقلاب افتاده است
در مسلسل طرّۂ پُر تابِ خم اندر خمش ناگہاں دل در شکنجِ پیچ و تاب افتاده است
شعر گفتن گرچہ آسان ست امّا مشکل ست ہر کرا کش بازمینداری حساب افتاده است
نقدِ زر سنجر رباید نقدِ دل آں سیمبر کیست کاندر دہر چوں من کامیاب افتاده است

خانۂ مزمّلِ مسکیں خراب افتاده است

دوش فیضی با مزمّل گفت در ہنگامِ خواب
ثاقب از شوخی بما در احتساب افتاده است

ہر چند نالہ ام ز دلِ آسماں گزشت (۱۷) امّا بگوشِ یار نہ شطرے ازاں گزشت
ہمدم دہد صلاح و مداوا کند طبیب لیکن چہ سود کارِ من از این و آں گزشت
در شوقِ پائے بوس شدم خاکِ راہِ دوست واحسرتا ز راہِ دگر کارواں گزشت
حالا دل ست و حسرت و ارمان و درد و رنج ہنگامِ عیش و عشرت و نام و نشاں گزشت
در رہ گزارِ او شدم از بہرِ عرضِ حال قسمت نگر کہ برقِ تجلّے ز جاں گزشت
مزمّلا زمانہ شناس و خموش باش
عہدِ شباب و شورش و تاب و تواں گزشت

طرحِ ایں غزل مطلعِ حضرت[لہ] مولانا عبد الغنی خاں صاحب ست مد ظلال فیوضہم

لہ ملاحظہ طلب نشان لہ
برصفحۂ آئندہ
فرمائند

مطلعِ مولانا ممدوح ؎

عید آمد روزہ شد سالِ رواں درگردش ست
ساقیا مے دہ کہ حالِ مے کشاں درگردش ست

فقیر عرض میکند ؎

با سحابِ تند خو برقِ دماں درگردش ست (۱۸) محتسب حیراں و جامِ میکشاں درگردش ست

وقتِ فرصت آں و برچیں میوهٔ حسنِ عمل — غافل از حرماں مشو تا آسماں در گردش ست
گه نظر با ماست او را گه کرم بر حالِ غیر — آرے آرے حق بود مهرِ بتاں در گردش ست
من نه تنها تابعِ فرمانِ آں عاشق کشم — پیشِ حکمش هر سوائے راعناں در گردش ست
صورتش در چشمِ من قائم دلِ من مضطرب — میهماں عزلت گزین و میزباں در گردش ست
شهرهٔ حسنِ ملیح و قصهٔ سودائے عشق — همچو فتوائے جنابِ مفتیاں در گردش ست
دوش بے نیلِ مرام آمد رقیبِ تشنه کام — اے تعالی الله نصیبِ دشمناں در گردش ست
از شعاعِ حسنِ او گر رنگ گردانم چه عیب — کز فروغِ مهر رنگِ زعفراں در گردش ست
حسن و اخلاصِ عمل حاشا بود تسبیحِ شیخ — بهرِ وصلِ حور بس او را بناں در گردش ست
نطقِ من بر من بلا آورد و اندر قالبم — در قفس چوں بلبلِ شیریں بیاں در گردش ست
اعتذارِ بلبلِ گویا پذیرد قفس را — گر سکوں خواهد بده ـ بیچاره جاں در گردش ست
دیده ام تا شعرهائے مولوی عبد الغنی[1] — از ثنائش در دهانِ من زباں در گردش ست
از خطایم در گزر اندر عطائے خویش باش — من گدا و تو غنی پائے خساں در گردش ست
در ثنائے حضرتِ سبحانِ حیٔ لایموت — سبحهٔ قدوسیانِ آسماں در گردش ست
گردشِ اجرام و اجسام و زمین و آسماں — حکمِ یزداں ست کز وے این و آں در گردش ست

گر ثنا خواهی مزمّل شعر در ایراں ببر
زانکه نیک می دانی که حالِ هندیاں در گردش ست

---

[1] حضرت مولانا عبد الغنی خاں مرحوم المتخلّص به غنی از علمائے ذی وجوه قصبهٔ قائم گنج ضلع فرخ آباد و اجلّ تلامذهٔ دورِ اولین حضرت مفتی لطف الله علیه الرحمه استاذ نواب صدر یار جنگ بهادر و والد جناب نفیس دلهن صاحبه در دانه ـ علاوه تبحّر در علوم معقول و منقول از ادب و شاعری عربی و فارسی هم حظّے وافر روزی داشتند کتبِ عدیده خاصه ارمغان آصفی برو سعت نظر و دقّت فکر و ذوق سلیم او شاهد عدل ست

مرتّب

عراق و شہرِ صفاہاں حبیب[1] گنجِ من ست (۱۹) کہ مسکن و وطنِ یارِ نکتہ سنجِ من ست
مرا بہ نشۂ و مستی ہوس بود حاشا خیالِ دوست کہ تریاکِ بادہ بنجِ من ست
مرا بہ گنجِ گہر ہیچ احتیاجے نیست معانی و لغت و نظم و نثر گنجِ من ست
بہ جرح و قدحِ معانی و لفظ مصروفم ہمیں دو گنجفہ و نرد و شطرنجِ من ست
گلہ ز صحبتِ نافہم و شکوۂ نا اہل بجانِ دوست کہ بس این دلال و غنجِ من ست
بلے بلے نعم و لا ز درجِ لعلِ لبش اگر غلط نہ کنم شادی ست و رنجِ من ست
بود تملّقِ کم مایگاں عذابِ الیم غلط تفاخرِ نو دولتاں شکنجِ من ست
ہمیشہ در شش و پنجم ز بیمِ روزِ جزا مگر پناہِ من آں رہ ز چار و پنجِ من ست
دمے بہ یار نشینم نہ رنجد از من کس ہمیں قدر ہوسِ خاطرِ مرنجِ من ست
بگوشۂ چو نشینم انیس و مونسِ من
مزمّلا بنگر طبعِ بذلہ سنجِ من ست

خدا کند کہ نہ بجز کسے زمین پیماں

ملاحظہ شدہ درست
سنجھ بھرانی

این غزل بر طرح حضرت مولانا محمد عبد الغنی خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی
بتاریخ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۱ء وقت سہ پہر بمقام جھیلم پور گفتہ شد
شعرِ طرح فرمودۂ مولوی صاحب مخدوم ؎
ہمچو گیسویت شب دیجور میدانم کہ نیست ہمچو رویت مہر و مہ را نور میدانم کہ نیست
بندہ عرض می کند ؎
نکتہ سنجے ہمچو من مشہور میدانم کہ نیست (۲۰) زین چنیں شہرت دلم مسرور میدانم کہ نیست
چشمِ فتّانِ ترا سحّار میدانم کہ ہست لیک چوں من دیگرے مسحور میدانم کہ نیست
دار را معراج می گویند عاشق مشرباں ہر ہوسناکے مگر منصور میدانم کہ نیست
معنی القلب یہدی تا شنیدستم ز دوست این دلِ خود از دلِ او دور میدانم کہ نیست

---

[1] مستقر ریاست نواب صدر یار جنگ بہادر و مقر و مخزن گنج شائگان کتاب خانۂ مشہورِ عالم
مرتّب

ہر زمانے گوشِ من پُر باشد از الطافِ غیب
حاجتش با چنگ و با تنبور میدانم کہ نیست
حکمِ لا مذہب قُمِ عیسیٰ نباشد فی المثل
ہر نہیقِ خر صداے صور میدانم کہ نیست
بہرِ تسکیں از لبِ لعلت شفاعت خواستم
ورنہ دیوانِ ترا دستور میدانم کہ نیست
مدعی حاشا کہ داند راہ و رسمِ عاشقی
زاہدے چوں بلعم باعور میدانم کہ نیست
(ہر کمالے را زوالے عاقلاں خوش گفتہ اند
خارج از ایں زاہدِ مغرور میدانم کہ نیست
پیشِ دشمن خم نباشم زاں کہ از تاثیرِ جار
ہیچ غیرِ منصرف مجرور میدانم کہ نیست
بہرِ ایذاے منِ دل خستہ خواہی غیر را
ورنہ آں بیچارہ ات منظور میدانم کہ نیست
از کمالِ یاس بر ہر کس تمسک جستہ ام
گرچہ ہر برگِ گیا ساطور میدانم کہ نیست
حالِ زارِ خویش گویم پیشِ علّامِ الغیوب
جزو و کل بر خاطرش مستور میدانم کہ نیست
سوزِ جان و سینہ را تنّور گفتم فی المثل
ورنہ مثلِ سینہ ام تنّور میدانم کہ نیست
منکرِ اسلام را فی النّار میدانم کہ ہست
بہتر از شرعِ محمّد نور میدانم کہ نیست
عذرِ تقصیر و خطا پیشِ تو آوردن خطاست
زانکہ بخشش از بتاں دستور میدانم کہ نیست
شعر گفتم از امتثالِ امرِ مولانا حبیب
ورنہ زینگونہ مرا مقدور میدانم کہ نیست
فیضِ رحمان ست کارم ہمچو اشعارِ بلیغ
ورنہ چوں شیر از بھیکم پور میدانم کہ نیست
جاں فداے حضرتے کو را مزمّل خواند حق
ہر گلیمے در قرآں مذکور میدانم کہ نیست

ناکسانِ دہر را ناچار می گویم سلام
انگبیں در خانۂ زنبور میدانم کہ نیست

ملاحظہ شد درست
نجیب [illegible] رضی

مرا بہ ملکِ جہاں ہیچ دوستدارے نیست (۲۱)
بہر کہ شکوۂ یارے کنم کہ یارے نیست
شنیدہ ایم بسے داستانِ مہر و وفا
مگر بہیچ کسے ہیچ اعتبارے نیست
چناں شدہ است بہ من تنگ عرصۂ گیتی
ہواے مردنم اندر سرست و دارے نیست
نعوذ باللہ اگر از مے دہن بیالایم
کہ نشّہ لایقِ دردِ سر و خمارے نیست

به پا خلیدنِ خارم زدردِ دل هوس ست   بوادیے است عبورم که نوکِ خارے نیست
تمام عمر به فکر و تلاشِ یار گزشت   ولے هنوز به فتراکِ من شکارے نیست
بوادیے که منِ خسته تشنه لب باشم   ز قطرهٔ اثرے در بجوے بارے نیست
غنوده یا که بخوابم و یا که بیهوشم   جز روزگارِ من القصه روزگارے نیست
ز رنج و درد کنم ناله کس نمی شنود   مگر بخلقِ جهاں گوش و گوشوارے نیست
به ملکِ هند کس از کس خبر نمے دارد   دگر بگوے که از ملکِ من دیارے نیست
فقط به گوشِ من آواز می رسد از دور   صداے سنجرِ غمدیده که یارے نیست
ز نارسائی من بیں که من باو نه رسم   ز پاسِ او بنگر کش به من گزارے نیست
چه خوش بود که من و سنجرِ سخن آرا   شویم یار در ایں دم که غمگسارے نیست
مرا گله نه بود از عذابِ تنهائی   که به ز حضرتِ ایشاں صلاحِ کارے نیست
ز بختِ بد چه بود شکوهاے سنجرِ زند   که زر بدستِ من ست و بگنج مارے نیست
ز مُلّا بجوابِ غزل سراے دوست
غزل بخوان و زرافشاں که گیر و دارے نیست

از خطِ دست
نجیب [illegible]

---

(۲۲)

اگر یار حرفے به لا می زند   نه لا بلکه تیغِ بلا می زند
سرم بشکند تیر بر من زند   نگویم که آخر چرا می زند
اگر سرزنش کرد و گر گفت بد   نگویم سخن ناروا می زند
غلط کرده بر من نگه افگند   ندانسته تیر از خطا می زند
مخاطب بغیر ست و شکوه ز من   سخن خیره بر گوشِ ما می زند
دلِ من ز دنیا ندارد هوس   بریں پُردغل پشتِ پا می زند
شده نوشِ من نیشِ در کامِ غیر   هماں نیش بر جانِ ما می زند

منہ گوش بر عو عوِ نکتہ چیں — کہ مہ تابد و سگ صدا می زند
سخن فہم از شعرم آید بوجد — سخن نا رسے طعنہا می زند
دہانِ سخن چیں بگیری اگر — نماند سخن از قفا می زند
مزمّل بہ حکم قضا تن سپار
کہ او میزند بر ملا می زند

ملاحظہ شدہ است
سنجہ بہرانی

نامۂ منظوم

(۲۳)

نظمے کہ از نظام سخن باخبر بود — بادِ صبا ترا بدرش گر گزر بود
از من باو سلام رساں بعدِ اشتیاق — شوقے کہ از قیاس و گماں بیشتر بود
زیں پس بطرزِ دلکش و آئینِ دل فریب — حالم بگو چناں کہ بیاں مختصر بود
مزمّلِ حزیں ست نہ درخورد تہنیت — قلبش ہزار پارہ و خاکش بہ سر بود
بخشد خدا طفیلِ محمدؐ گناہِ او
در جنتش وصال بہ لختِ جگر بود

---

(۲۴)

نے ہیچ خوبیت بوئے ہرگز بہ گلاب اندر — کے تاب چو دندانت در دُرِّ خوشاب اندر
صد حقّہ عنبر بمشامم نہ رساند — بوئے کہ بکوئے تو باشد بہ تراب اندر
گر جلوۂ حسنِ تو بیند نگہِ مستی — در شیخ شود پیدا شورے کہ بشاب اندر
گر پرتوِ لطفِ تو بر پرِّ مگس افتد — شہپر زند از قدرت در چشمِ عقاب اندر
للہ خلاصم کن و از ہجر نجاتم دہ — خوشنودی یزداں ست در عشق ثواب اندر
گر بوسہ ز لعلِ لب معشوق مرا بخشد — زیباست زکوٰۃِ حسن در حدِّ نصاب اندر
از گفتۂ من دشمن باشد بہ تب و تابے — چوں میّتِ زندیقے افتد بعذاب اندر

ن در مشک ختن آرے ہرگز نبود ہرگز

۱؎ اغلب کہ این نظم در جواب تہنیت نامہ خطاب نائٹ ہڈ ہست و اشارۃ در نامۂ مذکور بحادثۂ فاجعۂ جوانا مرگی پسر دوم ہمین نواب صاحب رفتہ باشد مرتّب

ترسم نه شود صرفِ اشعارِ طرب افزا صد نکته که می دارم در رائے صواب اندر
سرشارم و هشیارم - چوں صوفیِ سرِ حلقه با کارم و بے کارم چوں چشم بخواب اندر
صد قافیه می دارند زیں رو غنی و حسرت تا من چه زنم حرفے حالا به جواب اندر
بیچاره مزمّل را ارشادِ غنی دارد
در فکرِ غزل گفتن چوں پا بر کاب اندر

[illegible]

---

(۲۵)

ز

گیسوئے دلبرِ من مشک فشان ست هنوز اندریں سلسله صد بسته نهان ست هنوز
دل گرفتارِ خمِ زلفِ بتان ست هنوز واں دراں سلسله دیوانه همان ست هنوز
مردم از کشمکشِ هجر به تحقیق مگر دل بامید وصالِ تو تپان ست هنوز
استخوانم سگِ تو خاید و زاں خرسندم که ز من بر درِ تو نام و نشان ست هنوز
جگرم سوخت مگر مهرِ تو در دل باقی ست خاک شد دیده ولیکن نگران ست هنوز
کشتۀ عشق شدن عینِ حیاتِ ابدی است قصۀ لیلی و مجنوں به جهان ست هنوز
پا مکش از سرِ نعشِ منِ مسکیں قاتل که بجانان نگران دیدۀ جان ست هنوز
ز پئے قتلِ منت حاجتِ تشهیر چه بود که سگِ کوے توام پاے کشان ست هنوز
سالها شد که مرا بال و پرِ ولوله ریخت لیک بر یادِ تو دل را طیران ست هنوز
یک نگاهت بدلِ مردۀ من جاں بخشد لله الحمد که ام بخت جوان ست هنوز
کعبه ها گشته ام و صومعه ها گردیدم دلِ من شیفتۀ پیرِ مغان ست هنوز
بمزمّل چه فرستاد غزل فرخنده
تا چها کرد که مسکیں به فغان ست هنوز

من هم خرسند

---

(۲۶)

ل

بیا بشنو ز من افسانۀ دل بچش یک جرعه از خمخانۀ دل

دلِ من اے کہ عرشِ ذوالجلالی   بیارا از صفا کاشانۂ دل
نگہدار احترامِ قلبِ[1] مومن   حریمِ کعبہ باشد خانۂ دل
بہ راہِ پیچ در پیچِ صعوبات   بود ہادیِ من فرزانۂ دل
شود آساں ہزاراں کارِ دشوار   بہ سعیِ ہمّتِ مردانۂ دل
بیفتد تفرقہ در جمعِ اعدا   ز پا مردیِ بیباکانۂ دل
ہزاراں آتشِ حسّادِ بدخواہ   بمیرد پیشِ یک خس خانۂ دل
بسوزاند دلِ اعدائے بدبخت   شرار و جوشِ آتش خانۂ دل
دلِ من رازدان و رازجوے ست   ہمہ دان ست ایں دیوانۂ دل
مزمّل چند چوں سنجر بخوانی
بہ حسرت[2] نالۂ مستانۂ دل

(۲۷)

م

گرچہ من پیر و نحیف و ناتوان و خستہ ام   دل نشیں باشد ولے ہر مصرعۂ برجستہ ام
فیض یابم از دبستانِ کمالِ سنجری   ہست افسوں در کلامِ شستہ و شائستہ ام
از گلستانِ مضامینم شود تازہ مشام   در نگاہِ قدر دانانِ سخن گلدستہ ام
بارِ عصیاں بر سرست و قلبِ بریاں در بغل   یا الٰہی رحم فرما بر وجودِ خستہ ام
از تہی دستی نباشد شکوۂ ہرگز مرا
نقشِ مزمّل بہ بازو از ارادت بستہ ام

(۲۸)

شمارِ شوق ندانم حساب را چہ کنم   دماغِ بحث ندارم کتاب را چہ کنم
بوقتِ ہجرِ تو عہدِ شباب را چہ کنم   بروزِ وصل ندانم حجاب را چہ کنم
بتابِ روے نکو آفتاب را چہ کنم   ببوئے سنبلِ مو خود گلاب را چہ کنم

---

[1] "قلب المومن عرش اللہ (حدیث نبوی) مرتب

[2] مراد حضرت حسرتؔ شروانی مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں الملقب بہ نواب صدر یار جنگ
مرتب

[illegible]

فغاں کہ جانِ دلم سوخت عشقِ عشوہ گرش   ازاں بپیش خرد و خورد و خواب را چہ کنم
بمہر و قہرِ تو کارم فتادہ است دگر   ثواب را چہ کنم یا عذاب را چہ کنم
مرا خلوص بہ پیرِ مغاں بود ز قدیم   جنابِ شیخ مشیخت مآب را چہ کنم
مرادِ من بلبِ لعل و دُرِّ دندان ست   بگو کہ پستہ و دُرِّ خوشاب را چہ کنم
عمل بگفتۂ ناصح تواں نمود اما   تپیدنِ دلِ خانہ خراب را چہ کنم
بصد ہزار مشقت تواں رسید بدوست   نقاب را چہ کنم سدِّ باب را چہ کنم
غزل چو حضرتِ حسرت نمی توانم گفت
مزملا ہوسِ انتخاب را چہ کنم

ن
تیغِ ابرو برمنِ مسکین نباید آختن   (۲۹) بستہ ہمچون مرغ را خوش بود نبواختن   [illegible]
آرمیدن می نخواہم من بجنات النعیم   بس ہمی خواہم کہ اندر کوئے تو سر باختن
شد کمیتم لنگ و سینہ تنگ و عقل و ہوش دنگ   دور منزل کار مشکل بیند نتواں تاختن
می توانم ساختن با زہرِ مار و نیشِ خار   با رقیبِ زشت خو واللہ نتواں ساختن
با رقیباں مہر ورزد با حبیباں مہر جو   کارِ ہر کس نیست آرے آدمی بشناختن
عشق اگر خواہی بدریاے مذلت غوطہ زن   ورنہ کے زیبد کہ خود را در بلا انداختن
اے مزمل یابی چوں در حریمِ کوی دوست
باید از عقل و ہنگ و ہوش دل پرداختن

[illegible]

بتاریخ ۲۳ ستمبر در راہ علی گڑھ از [illegible]

بتاریخ دہم مئی سنہ ۱۹۱۰ء یوم عروسی خاکسار بمقام ڈھولنہ محمد احمد سعید خاں صاحب رئیس ڈادوں کہ ذوق صوفیانہ و عقیدت بحضرات چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم دارند طرح ذیل باین حقیر دادہ فرمائش کردند کہ اگر چیزے درین گفتہ شود خوب است۔ جرأت کردم و

پا از اندازہ بیروں نہادم متوکلاً علیٰ فضل اللہ العلیم۔

حضرت واقف لاہوری فرماید ؎

صد غنچہ بشگفت الّا دلِ من — اے وا دلِ من صد وا دلِ من

عرض میشود

از دستِ جاناں رسوا دلِ من (۳۰) — غارت ؎ دلِ من یغما دلِ من [۱]
چیزے کہ جوئیم یابم دریں دل — دنیا دلِ من عقبےٰ دلِ من
از خویشتن رست با دوست پیوست — زیرک دلِ من دانا دلِ من [۲]
از تارِ زلفش زنّار بستہ — ہندو دلِ من ترسا دلِ من
در بحرِ عشق و در باغِ حسنش — لولو دلِ من لالہ دلِ من
بر روے و موے آں شاہِ خوباں — والہ دلِ من شیدا دلِ من
یاقوت و گوہر باشد بہر سو — معدن دلِ من دریا دلِ من
گر آرزوے وصلِ تو دارد — ہرگز نیاید بیجا دلِ من
از بہر جور و ظلمِ تو باشد — ملجا دلِ من ماوا دلِ من
اندر شعاعِ شمسِ جمالت — صد رنگ آرد حربا دلِ من
وقت نظارہ تا سیر بینم — یارب بماند بر جا دلِ من
بہر نثارِ پاے محمدؐ — اے کاش بودے صدہا دلِ من
[۶] یارب دمِ نزع بر مدحِ احمدؐ — باشوق باشد گویا دلِ من
یک با غنی دادمے یک بہ سنجر — گر کاش بودے جوزا دلِ من
ہست از رحیقِ عرفاں لبالب — ساغر دلِ من مینا دلِ من
در بزمِ قوالِ سلطانِ اجمیرؒ — با مرغِ بسمل مانا دلِ من
مزمل آخر تا چند باشد — با یاس و حرماں پویا دلِ من

[۱] این مطلع از مطلعِ واقف البتہ بہتر شد سنجر

[۲] بسیار خوب سنجر

[۶] یارب کہ باشد اندر گہِ نزع
در مدحِ احمدؐ گویا دلِ من

ازنظر گزشت
سنجر طہرانی

ناخن

(۳۱)

این دلِ بیچارہ روزے ممتحن خواہد شدن از گدازِ نالہ شمعِ انجمن خواہد شدن

بہ جوں

اے دلِ بیہودہ لبن جانت ز تن خواہد شدن جسمت اندر گور آخر مرتہن خواہد شدن

گر بمیری در بیابان رستہ از قیدِ وطن بارک اللہ فارغ از بارِ کفن خواہد شدن

در بیابان ہا صبا بر دوش گیرد خاکِ تو بے نیاز از غمزہای گورکن خواہد شدن

فخرِ بیہودہ مکن بر زور بازوے قوی این تن بالیدہ از روزے کہن خواہد شدن

مرگ باشد ناگزیرا از دستِ غم آزاد شو خاکہا بر فرقِ شیخ و برہمن خواہد شدن

تا بکے باشی بفکرِ اطلس و دیبا و خز فکرِ روزے کن کہ خاکت پیرہن خواہد شدن

اے مزمّل نعمتِ دنیا نباشد جز فریب
ہر تفرّج گاہِ تو بیت الحزن خواہد شدن

۵

از این رو می کشم آہِ رسا آہستہ آہستہ[لہ] (۳۲) نگارِ من شود تا آشنا آہستہ آہستہ

پیاپے دہ لبالب دہ بمن ساقی ز جامِ مے کہ فصلِ گل بکام ست و صبا آہستہ آہستہ

جوان ستم مکن از شغلِ مے منعم کہ اے واعظ بہ پیری می تواں شد پارسا آہستہ آہستہ

بکوے یار شوقم می برد پویا بصد سرعت ادب گوید "الا بگزار پا آہستہ آہستہ"

خدارا زود آرید آں مسیحا دم طبیبم را کہ جانم می شود از تن جدا آہستہ آہستہ

بتِ سنگیں دلم تیرِ نظر از ترکشِ مژگاں کند بر بسملِ جانم رہا آہستہ آہستہ

ز نفرت شوخِ من بگذشت و رغبت راہِ پیدا شد بفضلِ اللہ یابم مدعا آہستہ آہستہ

گہے نخچیر و چوگاں باز و برق انداز و صحرائی گہے در گلستاں با دلربا آہستہ آہستہ

مزمّل وقتِ فرصت گاہ گاہے شعر می گوید
ترقی می کند فکرِ رسا آہستہ آہستہ

ملاحظہ شد درست
نجیب کھیرانی

[لہ] این غزل را گاہ گاہے نواب صاحب مرحوم و مغفور بر ارباب ذوق و ہم نشینانِ با شوق می خواندند بطورے کہ آوازِ خود را آہستگیِ متشکل و جسیم را در رنگِ مجسم می نمود و لطفِ سخن را بحدِ اوج می افزود

مرتب

ی

غزل کہ بر طرح مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب حسرت گفتہ شدہ

اے قدِ تو رشکِ سروِ کشمری (۳۳) سنبل از زلفت بجوید برتری

اے جبینت ماہ ابرویت ہلال
عارضِ تو رشکِ شمعِ خاوری

بوسہ خواہم ز نقشِ پاے تو
گر نصیبِ من نماید یاوری

صد ہزاراں عشوہ دارد شوخِ من
یک نباشد زاں بہ کیشِ کافری

استخوانِ من ازیں خواہد گداخت
شورشِ عشقش نباشد سرسری

زاہد از پیری ندارد تابِ عشق
"عصمتِ بی بی است از بے چادری"

عشق جاں بخش ست چوں آبِ حیات
اے سکندر تا کجا پے می بری

کیش و آئینے ندارد عشقِ دوست
نہ موحّد باشد و نہ نیچری

آں پریشاں می کند ایں جاں دہد
شورِ عشقش خوش ز شورِ محشری

موسمے بہرِ جنونم خاص نیست
نزدش یکساں ست جبن و جنوری

شعر گفتن گوہرِ جاں سفتن ست
ایں نہ نجّاری ست نے آہنگری

سخت حیرانم من از اشغالِ خود
کہ زمینداری کنم یا شاعری

من نمی دانم عروض و قافیہ
شعر می گویم بہ از شکرتری

ہمچو مولانا ندانم فاعلات

نظمِ من فہمد نہ ہر شوریدہ سر
"قدرِ گوہر خوب داند جوہری"

ایں غزل از حکمِ حسرت گفتہ ام
اے مزمّل کو مفر از چاکری

ملاحظہ شد
نجم [illegible]

۱؎ آغاے موصوف ہر شعر ایں غزل را ص فرمودہ خدا داند کہ با غزل طرحی چہ معاملہ کرد۔ [illegible] الفضل للمتقدم"۔ مرتب

قصیدہ

(۱)

می سزد امروز گر سر بر فرازم تا سما   یا ببالم بر بفخرِ خویشتن حق را گوا
زیبد ار خود را شمارم کامگار و کامیاب   بر کشم از خوبیِ طالع نوائے جاں فزا
فی المثل خود را اگر گویم کہ من شاعر شدم   بے دلیل البتہ ایں دعوی کجا باشد روا
زانکہ دارائے خصائل کردہ تا من مرحمت   زانکہ سرخیلِ افاضل کردہ بر من اعتنا
حضرتِ عبد الغنی خاں فاضلِ عالی مقام   شاعرِ شیوا بیان و صاحبِ علم و ذکا
اوستادِ فیض بخش و فیض بخشِ مہرباں   مہرباں کامراں و کامرانِ با عطا
بر کمالِ او کمالِ علمِ او باشد دلیل   بر کلامِ پاک او علمِ کلامش زد صلا
ذاتِ پاکش را ستائش کے سزد از چوں منے   گنگ را شے می نیارد مدحِ ذاتِ کبریا
مختصر امروز آں حضرت کلامِ خویش را   نزدِ من ارسال فرمودہ باشفاق و ولا
جوششِ احسانش بجانِ ناتوانم در گرفت   دست بردم بر قلم تا شکر او سازم ادا
فی البدیہہ شعرہائے چند را آراستم   گرچہ باشد جملگی بے معنی و لغو و خطا
پیشِ استاداں غلط گفتن بے فخرِ من ست   تا کہ از اصلاحِ شاں گردم بمطلب آشنا
کار ہا بسیار و وقتِ تنگ و جانِ بے ہنر   از گلیمِ خویش پا بیروں منہ ہر قلا
با دعائے خواجہ کوش بہ گوش کن الہامِ قدس   ہاتفِ غیبی بود مصروف آمین و دعا
رحمتِ حق باد بر خواجہ جہاں اندر جہاں   باد قائم ذاتِ او با صد ہزاراں اعتلا

من بہ شغلِ وصفِ او باشم ہمیشہ تر زباں
او بہ شغلِ شکرِ حق باشد ز تسلیم و رضا

ملاحظہ شد
نجیب محمد زئی

ببرہ

زیبد ار خود را ستایم نکتہ سنجی بس طلیق

حبذا بر من بدین بخت رسا صد حبذا

(۲)

مرحبا اے ہمنشیں بادہ بیما مرحبا   الصّلا اے مہ جبینِ مہر سیما الصّلا
شاد باش و خوش نشیں و بادہ پیما و مدام   ساز بر کن نغمہ سر کن بر ترنم لب کش

بوسۂ بخش و مرا می دہ کہ بس تشنہ لبم   تا کہ جانِ تازہ ام بر تن دمد سر تا بپا
تو ز من خورسند باشی من ز وصلت شادکام   تو بشغلِ بادہ باشی من ز حسنت جان فزا
از سرورِ بادہ مست و فارغ از فکرِ جہاں   شکرِ احسانِ شفیقے مہرباں سازم ادا
۱ مہربانے کز کمالِ لطف و اشفاق و وداد   کرد تاریخے بمن ارسال خوب و بے بہا
۲ تازہ تاریخے چو تقویمِ مجسطے مستند   علمِ معنی را دلیل و طالباں را رہنما
۳ مختصر چوں عمرِ بدخواہش رواں چوں طبعِ من   پاک از حشو و زوائد چوں دلِ من بے ریا
۴ شانِ الفاظش رفیع و شرحِ معنایش وسیع   نظم و ترتیبش صحیح و باصواب و بے خطا
۵ خالی از اغلاق و اہمال ست و سہلِ ممتنع   پُر ز اقسامِ نفائس ہمچو خوانِ اغنیا
۶ با دو بیت و چار مصراعش ازاں ترتیب کرد   شاعرِ شیوا بیاں یعنی جنابِ[1] ارتضا
۷ تا بود ایما کہ دو عالم نہان و آشکار   یافت از اربع عناصر انتظام و ابتدا
یا کہ خود بعد از خدا و احمدؐ اندر ہر دو کون   چار یارِ مصطفیٰؐ رضؓ ہستند مارا پیشوا
۸ یا مگر زیں رو کہ ارکانِ شریعت چار امام   متبع ہستند با پیغمبرِ دین ہُدا
۹ یا مگر زیں رو کہ ہر دو یعنی آں دانا و من   چار وصف و چار ذم داریم فاش و برملا
۱۰ آں بود دانا و عاقل کامل و شیریں سخن[2]   من جہول و عاصی و بے علم محض و ژاژخا
جانِ من از مہرِ جمشید و منش کردم گسل   از کمالِ شوق و از راہِ خلوص ایں شعرہا
گرچہ مقبولِ خرد نبود کہ یک بے مایۂ   از پشیزِ کہنہ آرد ہدیۂ پیشِ کیا
لیک دارم قصۂ در یاد از تاریخِ مصر   با کلافے زالکے می کرد یوسف اشترا
او چو یوسفؑ با جمال و باکمال ست و امیں   شعرِ من ہمچوں کلافِ من چو زالِ بےنوا
گر شود مقبولِ طبعش ایں متاعِ کاسدم   منتش بر جانِ من روحی باحسانش فدا
ور شود مردود ایں جنسِ بخس و بس رخیص   شکوہ بیجا نگویم زانکہ رد باشد سزا
مختصر در ہر دو حالت حالتِ رد و قبول   شیوہ ات باشد دعا و مدح لیس مزّملا

---

[1] ماسٹر ارتضیٰ علی شرر کاکوروی شاعرے بود خوش فکر و نواب صاحب را سکرٹری و معلمِ انگریزی ۔ مرتب

[2] بر صفحۂ آیندہ

دستِ خود بہرِ دعا بعدِ ثنا بفراز و ہاں   ق[1]   از زبانِ خویش گویا شو کہ یارب العلا
اننی عبدٌ ظلومٌ انت غفّار الذّنوب   ۱   فیک توفیقی الیک الخیرُ منک الاهتدا
کن باحسانٍ و انعامٍ و منٍّ بعدَ فضل   ۲   لاتکن بالقهر من عبدک محمد ارتضا
امکن فی قلبنا حب النبی الهاشمی   ۳   اختتم بالخیر والرضوان فی حین القضا
اشتعل فی قبرنا من نورِ وجہ المصطفیٰ
اجزنا خیراً بیومٍ انت تقضی بالجزا

از حضرت شہید ربانی منتخب [illegible]

(۳)

نسیمِ عیش می وزد پس از صد انتظارہا   الا کہ دورِ غم گزشت و وقتِ انتشارہا
خروش و جوش و ہاے و ہو کنند می گسارہا   سرور و وجد و خرمی نصیبِ ہوشیارہا
غرضکہ وقفِ عشرت ست شہرہا و دارہا
نہ شہرہا کہ دہرہا نہ دارہا دیارہا
زہر طرف کہ بگزری صداے نغمہ بشنوی   بہ ہر مکاں کہ بنگری نگارخانہ بشمری
چمن بصورتِ پری سمن بشانِ دلبری   بسر کلاہِ خاوری بہ بر قباے بختری
ستادہ سروِ کشمری بطرفِ جوئبارہا
چمن بہل بہ یک طرف بہ دشت و کوہسار بیں   ز کارِ باغباں گزر بہ صنع کردگار بیں
بہ ہر شجر ہزار گل بہ ہر گلے ہزار بیں   ہزار را ز جوشِ عشق مست و بیقرار بیں
چگونہ رقص می کند بفرقِ شاخسارہا

---

[1] حضرت آغا اشعار دہ گانہ نشان زدہ را ص فرمود "تلک عشرة کاملة" و چارگانہ آخر را بسیار خوب نگاشت "منها اربعة حرم" مرتب

هوائے دشتِ عنبریں فضائے کوہ دل نشیں   بساطِ سبزہ بر زمیں خنک چو فردِ ریشمیں
رخِ زمیں زمرّدیں حریرِ چیں بساطِ ایں   نگار و نقش بر جبیں ز نسترن ز یاسمیں
خوش از ہزار باغِ خلد طرفِ مرغزارہا
مے کہ غم برد ز دل ز سر برد خمارہا
بمن ہزار حیف اگر دریں زمانِ خوب تر   بمدحِ یارِ نامور زکانِ طبعِ پر ہنر
نثارہا نیاورم ز شعرہاے چوں گہر   بہاے شعرہاے من خراجِ چین و کاشغر
ہزار چین و کاشغر نثارِ فرقِ یارہا
ازیں چہ خوش نصیبِ من کہ یارِ من حبیبِ[1] من   عزیزِ من قریبِ من ادیبِ من اریبِ من
بہ درد و غم طبیبِ من پناہم از رقیبِ من   ز دشمناں حسیبِ من بہ دوستاں لبیبِ من
سزاست بر محبتش مرا صد افتخارہا
فقط مرا نہ فخرہاست بر نیاز مندیش   زمانہ فخر می کند بہ بخت و ارجمندیش
سرِ بلند و بارگاہ نگوں بہ سربلندیش   منظّم ست عالمے ز عدل و حق پسندیش   عقل
ز ملکِ ہند تا دکن ہزار جاں نثارہا
خطابِ صدر یار جنگ لیبرو چیرہ چوں پلنگ   بہ جبر و جنگ چوں نہنگ بہ کار ندہی لشنگ
امیرِ ذی شعور و ہنگ رئیسِ با وقار و ننگ   ز علمِ تو زمانہ دنگ زدی بذیلِ کعبہ چنگ
ز ندوہ و ز کانفرنس ز شکرِ تست بارہا
منم برادرِ ہمیں معرّفِ تو اوّلیں   چکد ز کلکم انگبیں بمدحِ تو زآن و ایں
تو بہ مہرِ من کنی یقیں ہنر مقلّ ست و نہ آفریں   چہ بود مصیبتے بیش ازیں منم از تغافلِ تو غمیں
کہ بہ یارہا بدیارہا نہ کنند ایں ہمہ کارہا

---

[1] مولانا الحاج محمد حبیب الرحمن خاں   مرتب

(۴)

ت

خواجہ سر[1] ہار کورٹ بٹلر ہست   کہ بفضلِ خدا گورنر ہست
عالم و فاضل و ادیب و عقیل   بر سرِ اہلِ علم افسر ہست
ہمہ ارکانِ کالج اند نجوم   پیٹرن ہمچو ماہِ انور ہست
صاحبِ عزم و سطوت و اقبال   ہر کجا ہست او موقّر ہست
خوبصورت خلیق و خوش اطوار   دولتش رام و بخت یاور ہست
ایں نہ گوید مگر ہماں کہ کند   بکند آنکہ خوب و خوشتر ہست
آنچہ گفتم دریں مبالغہ نیست   سخنم نزدِ عقل باور ہست
آمد و لطف کرد بر کالج[2]   دلِ اسلامیاں مسخر ہست
کرد اصغاے عرضِ حالِ زما   گفتہ است آنچہ خوب و خوشتر ہست
الغرض گفت و گو تمام شدہ است   شکرِ نعمت ہنوز مضمر ہست
کیسۂ رندِ قوم خالی بود   از عطاے تو مے بساغر ہست
ہاں بگویم دعاے دولتِ شاہ   جارج پنجم کہ بندہ پرور ہست
تا جہان ست شاہِ ما ماند   آنکہ بر بحر و بر مظفّر ہست
لطفِ شہ باد بر گورنرِ ما   ایں دعا از مزمّل اکثر ہست

ہیچ دانی کہ کیست مزمّل
پیشِ سرکار و قوم چاکر ہست

---

[1] آخرین لفٹنٹ گورنران و اوّلین گورنران صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کہ دوبارہ بر گورنری ایں صوبجات و دوبار بر گورنری برہما فائز شد   مرتب

[2] ایم اے او کالج علی گڑھ   مرتب

(۵)

آصفی آنکہ در ولایتِ شعر   حکمران ست و مقتدیٰ باشد   د
نام نامیش عبدالجبار است   منکسر بندۂ خدا باشد
آنکہ درایں زمانِ تاریکی   دیدۂ علم را ضیا باشد
آنکہ درایں زمانِ بے ہنری   ادب آموزِ اذکیا باشد
آنکہ درایں زمانِ بے خبری   واقفِ رازِ ماسوا باشد
آنکہ درایں زمانِ بے علمی   عالمِ شرعِ مصطفیٰ باشد
آنکہ درایں زمانِ گمراہی   سالکِ مسلکِ رضا باشد
آنکہ نظمش نظام را محبوب   نثر مقبولِ پادشا باشد
در بلادِ علوم و بحرِ فنون   رہنما ہست و ناخدا باشد
شعرِ غرااش سکّہ بر زرِ نظم   طبع والاش نکتہ زا باشد
سخنش نسخۂ شفاے صدور   علّتِ جہل را دوا باشد
برسد بر لطافتِ سخنش   ہر کہ زیں فنّ آشنا باشد
شہرہ اش از شمال تا بہ جنوب   ہر کجا باشد آں بجا باشد
رام پور ست مولد و وطنش   حیدرآباد متّکا باشد
بہ مزمّل کہ از خزینۂ علم   ق   مفلسِ محض و بے نوا باشد
بفرستاد گنجِ تصنیفات   طرفہ گنجے کہ بے بہا باشد
نثرِ او خوب و نظم خوب تر ست   خرد افروز و جاں فزا باشد

لفظِ او از معانیش روشن ذہنِ نقّاد را جلا باشد
بیتِ او از شکوہِ الفاظش طبعِ وقّاد را اصلا باشد
فقرۂ نثرِ او فصیح و بلیغ دفترِ فضل و ارتقا باشد
ایں ہم از فیضِ او بود کہ مرا سوے ایں نظم اعتنا باشد
شکر واجب بود بذمّۂ من طبعِ من گرچہ نارسا باشد
گفتہ ام زود زود ایں اشعار فرصتِ فکرم از کجا باشد
اے مزمّل گزر ز طولِ کلام ختمِ نظمِ تو بر دعا باشد
لطفِ شاہِ دکن بفضلِ الٰہ بر تو ہر صبح و ہر مسا باشد
ہر مرادے کہ ہست در دلِ تو نارسیدہ بہ لب روا باشد
حشرِ تو باد با رسولِ کریمؐ
بر تو انعامِ کبریا باشد

بسمہ تعالیٰ شانہٗ

(در تہنیت سال نو ۱۹۱۹ء)

(۶)

سالِ نو آمدہ - بسیار مبارک باشد بہ رعایا و بہ سرکار مبارک باشد
بہ شہنشاہِ فلک جاہ سلیمان درگاہ نصرتِ ایزدِ غفّار مبارک باشد
فتح و رسائیِ افواجِ دلیرِ شاہی لہ صلحِ ایں سالِ سزاوار مبارک باشد
بہ امیرِ خرد آگاہ جنابِ میرسؔ دولتِ طالعِ بیدار مبارک باشد
پسرش باد ز انعامِ خدا مالامال علم و داناییٔ اِیثار مبارک باشد
بہ مزمّل بود از میرسِ ذی رتبہ کرم
خواجہ را رحمتِ دادار مبارک باشد

لہ صلح نامہ ورسائی ۱۸ ۱۹۱۸ء ۱۱ کہ جنگِ عظیم باختتام آمد و د مرتب

لہ سر ولیم میرس کہ بزمانے در علی گڑھ کلکٹر بود - بعد ازاں بمراتب جلیلہ مختلفہ فائز شد و بعد از گورنری آسام گورنر صوبجات ما گشت - گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ از ترتیب و تدوین اوست - فارسی ہم می دانست - مرتب

بسم اللہ المغیث والمعین تبارک تعالیٰ شانہٗ

(۷)

سالِ نو آمد و ایں سال مبارک باشد — ہمہ وقت و بہر حال مبارک باشد
بہ شہنشاہِ جواں بخت و جوانِ دولت و سال — شوکت و حشمت و اجلال مبارک باشد
فتح[1] مردانۂ افواج شہنشاہ بہ یار — صلح[2] فرزانہ امسال مبارک باشد
عزت و دولت و آسودگی و امن و اماں — بہ رعایا و بہ عمّال مبارک باشد
بہ ہملٹن[3] کہ بود ملٹنِ ثانی بہ علوم — فضل و ادارِ ذو الافضال مبارک باشد
طالعش رو بہ ترقی بود و بخت بہ کام — نعمتِ صحتِ احوال مبارک باشد
خوشی و خورّمی و شادی و آبادی و عیش — بیش زا مانی و آمال مبارک باشد
ذوق و شوقِ سخنِ پارسیش میموں باد — ہم بہ آغای خوش اشغال مبارک باشد

بہ مزمّل بود الطاف ہملٹن شایاں
خواجہ را دولت و اقبال مبارک باشد

بہم آزادی و امن و انصاف

بہ ہملٹن کہ بود نکتہ رسے چوں ملٹن
علم و دانای را افضال مبارک باشد

ابتدای ۲۵ ردسمبر ۱۹۱۸ء اختتام ۲۷ ردسمبر ۱۹۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ کہ از غایت خلوص و محبّت بمدحِ دوستِ یک رنگ و محب با فر و فرہنگ
چودھری محمد حمید اللہ خاں صاحب رئیس سہاور ضلع ایٹہ گفتہ شد از تاریخ

---

[1] مراد از جنگِ عظیم ۱۹۱۴-۱۸ء مرتب [2] مراد از صلح وارسای ۱۹۱۹ء مرتب
[3] در علی گڑھ جنٹ مجسٹریٹ بود۔ بفارسی ذوق وافر می داشت مرتب

۲۸ر مئی ۱۹۰۱ء وقت سہ پہر شروع کردہ بتاریخ ۲ر جون ۱۹۰۱ء وقت سہ پہر تمام کردہ شد)

(۸)

مزمّل را بجز حسرتؔ[۵۱] کسے گر مہرباں باشد — جواں بخت و جواں دولت حمید اللہ خاں[۵۲] باشد
تعالیٰ شانہ الباری چہ نام ست ایں کہ جانم را — چہ اسمِ اعظمِ یزداں ہمانا حرزِ جاں باشد
مرا فخرست بر مدحش کہ فخرِ دودمان ست او — چہ فخرِ دودماں باشد کہ فخرِ انس و جاں باشد
چہ گویم از صفاتِ ذات والایش کہ البتہ — زصد یک گفتنم مشکل گرم یک صد زباں باشد
مگر فرض ست بر من شکرِ احسانِ ولائے او — بیارایم صفِ معنی کہ کلکم در بیاں باشد
ز توصیفش چہا گویم چو نتوانم چرا گویم — مثالے بر ملا گویم عیاں را چہ بیاں باشد
زمانہ طرز و آئینِ نوی بست ست و معذورم — وگرنہ من ظہیری باشم و او ارسلاں باشد
روم بر عتبۂ والا بخوانم چامۂ غرّا — بتوصیف و ثنائے او زبانم دُر فشاں باشد
زکوسِ مدح او آواز برخیزد چو برگردد — سہا و مرکزِ او محورش ہندوستاں باشد
بہ شوقِ مدح و تعریفش زحسنِ اعتقادِ من — مرا وجدے شود طاری کہ ہر مویم زباں باشد
کنم انشاد تازہ مطلعے در شانِ ممدوحے — کہ از ذکرش بجسمم جان و جانم را تواں باشد

الا ممدوحِ من در باغِ خوبی باغباں باشد
بہ میدانِ وغا پیلِ دماں شیرِ ژیاں باشد

بہ بزمِ دوستانش نیک دل یابی چو یعقوبؑ بے — بہ صبر ایوبؑ باشد موسیٰؑ معجز نشاں باشد
بہ پیشِ ذکرِ رایش رائے افلاطوں خجل گردد — بگاہِ وصفِ جاہش جاہِ افریدوں گماں باشد

دریں عالم مزمّل را کسے گر مہرباں باشد
نسخہ دیگر
بجز مزمّل دریں عالم کسے

---

[۵۱] مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں حسرتؔ شروانی — مرتّب

[۵۲] نقل فقرہ تحریر ممدوح :

"جو کچھ آں جناب نے تحریر فرمایا وہ آنجناب کی شایانِ شان تھا ورنہ میرے حسبِ حال تو فی الواقع اس طرح پر ہے کہ ؎

دریں عالم مزمّل را کسے گر مدح خواں باشد
نگوں بخت و زبوں دولت حمید بے نشاں باشد"

(تحریر ۳۰ر جون ۱۹۲۶ء - پرچہ تراشیدہ از خط چودھری محمد حمید اللہ خاں صاحب ممدوح - مزمل اللہ - ۲ر جولائی ۱۹۲۶ء)

بهنگامِ گهر بخشی بوقتِ مسند آرائی
چو بحرش آستین و آسمانش آستان باشد
ولے چون رستم و گردے چو گیو و مرد چون بهمن
ولیکن این عیان آن داستانِ باستان باشد
به پشتِ زین چو بنشیند فروغ از برق برچیند
گهه نخچیر چون بهرام در دستش سنان باشد
بفر و حشمت و شوکت بطغرل همرکاب آید
بجود و دولت و ثروت بسنجر هم عنان باشد
اگر گیرد بهنگامِ ستیزه تیغ برق افگن
بدشمن نارسیده سینه اش از غم تپان باشد
بگاهِ بزمِ جمشیدی فروزان همچو خورشیدی
به تخت بخت و دولت اردشیر بابکان باشد
برای اجتماعِ قوم گر مندیل گرد آید
تعالی الله که مندیلش درفشِ کاویان باشد
مبارک منزلش باشد بهر یک بخت وازونی
برای هر ستم دیده بلے دار الامان باشد
مکانِ او جهانِ او جهانِ او مکانِ او
عجب عالی مکان باشد سلیمانِ زمان باشد
چو فردوسی سخن پرور چو سعدیِ زبان آور
چو قاآنی و خسرو ماهر و شیرین بیان باشد
اگر سقراط و بقراط ست و گر لقمان و بن مقنع
بوقتِ ذکرِ رایش جمله را عقد اللسان باشد
ز حاتم در سخا اولیٰ ز نعمان در کرم اعلیٰ
نصیبش از همه بالا که او را میهمان باشد
تو بے مثلی و یکتائی تو بے مانند و همتائی
چه از وصفِ سخن رانم چه بهمان و فلان باشد
مرا عمرے ست تا مهرِ تو مهرِ جان و دل دارم
مرا فرے ست تا ذکرِ تو ام وردِ زبان باشد
شدم سی سال و شش ٣٦ بالا که جز مهرت نیم کالا
برین کالا دلم شیدا مرا خورسند جان باشد
ز ایامے که هر دو طفلها بودیم تا اینک
من و یزدان که حبّت راحتِ روحِ روان باشد
محبتها و الفتها و صحبتها بفرصتها
میانِ ما همی رفتی که ذکرش دلستان باشد
مرا با تست نسبتها چه نسبت نسبتِ ادنیٰ
که ذکرِ برخے از آنها طرازِ داستان باشد
تو گر از پارسی و تازی آخر بهره ور گشتی
نوالش خوانِ استادان مرا هم قوتِ جان باشد
تو وقتے داشتی ذوقے به علمِ حرفِ انگریزی
مرا هم خوب تر شوقے با نگریزی زبان باشد
تو گه گه نظم می گفتی چو می گفتی گهر سفتی
زمین امروز بهیکم پور رشکِ اصفهان باشد

تو مرد قادر اندازی بہ بزمِ صید ممتازی — مرا ہم نیک می دانی بفرصت شغلِ آں باشد
ترا محبوب باشد گر حبیب[۱] آں صدرِ دانشور — مرا ہم باہمہ حسرت[۲] نیازش بیکراں باشد
ترا پیرِ طریقت[۳] بود پیر و مرشدِ برحق — کہ روحِ پاک والایش بہ گلگشتِ جناں باشد
بحمد اللہ کہ ایں سنّی و حنفی نقشبندی را — ازاں حضرت ز بیعت نقشِ ایمانی بجاں باشد
مرا یک نسبتے تازہ بدست افتاد و خوش آمد — کہ ایمایم ازاں نسبت بسوے ڈھولناں[۴] باشد
ز نسبتہا کہ من گفتم مجازاً با تو پیوستم — خداوندا کہ گر جزے حقیقت درمیاں باشد
فقط ایں قدر می دانم تو دانا بندہ نادانم — باقلیمے کہ شاہی تو گدا ایں خستہ جاں باشد
تو گر خورشید سیمائی منم چوں ذرّات شیدا — گرش خورشید نوازد و فروغِ خاکداں باشد
ہما، میرا، خردمندا، جوانا، بخت بیدارا — مزمّل عرضکے دارد اگر اصغاے آں باشد
قدم رنجہ کن و اینجا بیا و لطف بر من کن — کہ دہقاں آبرو دارد چو شاہش میہماں باشد
بقولِ شیخ شیرازی شود دہقاں ازیں راضی — کند با خود ہم انبازی مگر شہ ہمچناں باشد
مزمّل تا کجا حسرت غنیمت می شمر فرصت — خیالِ مقدمش راحت دعائیش بر زباں باشد
الٰہی عزّت و اقبال و دولت را قریں باشی — ز ماہ و مہر برجِ طالعت را اقتراں باشد
خدایا دولت و اموالِ دنیا بخش و دیں بخشش — عطا اولادِ صالح کن دلِ او شادماں باشد
خداوندا کرامت کن باو پوری کہ چوں یوسف — چراغِ خاندانِ سعد نور اللہ[۵] خاں باشد
الا در سایۂ بال و پرِ روح الامیں باشی — نگہبانت خدا ماند ز حسّادت اماں باشد
فلاحِ ہر دو عالم با تو و بر دوستانِ تو — پشیمانی و حیرانی نصیبِ دشمناں باشد

بہ دنیا کامراں باشی بہ عقبیٰ شادماں باشی
ضیاء ملّتِ بیضا دلیلِ کارواں باشد

ملاحظہ شدہ درست

---

[۱] مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی نواب صدر یار جنگ مرتب
[۲] کنایۂ بلیغ بلکہ ابلغ بہ تخلص حسرت شروانی (ہم)
[۳] حضرت شاہ عبد الغفور خاں علیہ الرحمۃ شاہ جہاں پوری مرتب
[۴] مادح و ممدوح ہر دو را در موضع ڈھولنہ ضلع ایٹہ قرابتِ صہر بود و زنانِ ہر دو از یک پدر و مادر بودند مرتب
[۵] پدرِ ممدوح - نور اللہ مرقدہ سال فوت اوست ۱۹۱۰ء مرتب

(۹)

پیامِ برق ز نواب[1] نامدار آمد که قم مزمّل و غافل مشیں بہار آمد
به رام پور که دارالسرور ہست بیا ترا بحضرتِ ما صدقِ بے شمار آمد
ازیں خبر به تنِ خسته ام تواں برسید بجانِ مضطرِ من زیں خبر قرار آمد
زجائے جستم و برخاستم دواں گشتم زباں به کلمهٔ لبّیک دُرّ نثار آمد
ہجومِ کار که زنجیرِ پائے آزادی ہست پیم گرفت و مرا مانع از فرار آمد
گسسته بندِ علائق ز فرق ساخته پا دواں رسیدم و بر درگہش قرار آمد
ملاذِ عالم و محمودِ خلق حامد علی که میر و سیّد و سردارِ کامگار آمد
بلے تو شاہِ جہاں صاحبِ قِران استی گواہِ دعویم ایں حصنِ استوار آمد
عمارتش ہمه کہنه بنائے تو ہمه نو ثناش قصّهٔ و وصفِ تو آشکار آمد
تبارک الله ز نظم و ز نسقِ مملکتت رعیّتت ہمه منقاد و جاں نثار آمد
به رائے و علم و عمل حسنِ صورت و سیرت کسے مثیل و نظیرت نه زینہار آمد
مزمّلا ادب آموز و قدرِ خود بشناس کجات حوصلهٔ مدحِ شہریار آمد
دعا وظیفه کن و عذرِ عجزِ خود می خواه اجابت از درِ حق بہرِ انتظار آمد
عطائے حضرتِ منّان بر تو بے پایاں چناں که بذلِ تو بر خلق بے شمار آمد
رسول از تو بود راضی و معینِ تو باد که حبِّ آلِ محمّد ترا شعار آمد

ہمیشه قلبِ ہوا خواہِ تو بود امین
گلوئے دشمنِ تو زیرِ ذوالفقار آمد

دو شب در بھیکم پور و قدرے در اثنائے راہ رام پور و باقی در رام پور جمله

---

[1] مراد از ہزہائی نس نواب حامد علی خاں بہادر والی رام پور مرتب

بست و چہار ساعت جستہ جستہ موزوں کردم۔ ۱۳ر اپریل سنہ ۱۹۱۶ء مہمان خانہ رام پور پنج شنبہ)۔

---

(۱۰)

رسید مژدہ کہ گل سوئے گلستاں آمد   بہار آمد و گلزار گل فشاں آمد
ہوا لطیف و نظیف ست و عنبر افشان ست   نوائے بلبل و قمری ز بوستاں آمد
بہ ہر کجا کہ روی شادی ست و فرح و سرور   نوید خیر قدوم ز ہر مکاں آمد
زبس کہ شکر خدا وردِ ہر زباں شدہ است   صدای نغمِ عبادی ز آسماں آمد
دریں میانہ ز ہاتف سبب بپرسیدم   ندا رسید کہ احمد سعید[1] خاں آمد
سمی احمدِ مرسل سعید روز ازل   خطاب خان ز میراث لال خاں آمد
تو راجپوتی و از نسلِ شیر[2] مردانی[3]   بفوجِ شاہ ترا رتبہ کپتاں آمد
تبارک اللہ کہ ہستی تو حافظِ قرآں   محافظِ تو خداوندِ دو جہاں آمد
چھتاری ہست بہ نوابیِ تو فخر کناں   کہ چوں تو حضرتِ عالیش مرزباں آمد
منسٹری و سپیش ہوم ممبری ہر دو   برائے ما ہمہ صد گونہ امتناں آمد
ز کے سی ایس آئی و کے سی آئی ای   ز ایم بی ای خطاباتِ شائگاں آمد
گورنری بہ تو بخشید جارج پنجم ما   شہنشہے کہ بر آفاق حکمراں آمد
دگر ز ملکِ دگر۔ تو ز ملکِ ملکِ ما   ز تو تفاخر و اعزازِ ہندیاں آمد
جمال و جاہ و جلال از جبینِ تو پیدا   ز حسنِ خلقِ تو در دہر داستاں آمد

[2] ٹھاکر ناہر علی خاں

[3] ٹھاکر مردان علی خاں

---

[1] بموقع ورود نواب حافظ احمد سعید خاں صاحب رئیس چھتاری در علی گڑھ بہ حیثیت گورنر صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ

مرتب

به هندو و به مسلماں خلوصِ تو یکساں — به هر کدام عنایاتِ بیکراں آمد
ز سادگیِ لباس و به سادگیِ مزاج — ثنا و وصفِ تو از پیر و از جواں آمد
ترا ز اچکن و پاجامه و به سر تربان — هزار گونه وقار و شکوه و شاں آمد
بجاست فخرِ علی گڑھ که میزبانِ تو هست — خوشا نصیب کسے کِش تو میهماں آمد
هزار شکر که اولادِ تو بفضلِ خدا — سعید آمده و فخرِ خانداں آمد
نعوذ بالله ز کذب و تملّق و افراط — مرا فقط سخنِ راست بر زباں آمد
دعا بگویم و ختمِ کلام می خواهم — دعائے دوست پئے دوست حرزِ جاں آمد
تو زنده باشی و خرسند و شادماں باشی — ز حادثاتِ زمانه ترا اماں آمد
به نفعِ خلق بکوشی و مهرباں باشی — چناں که خالقِ تو بر تو مهرباں آمد
به شکرِ نعمتِ حق کوشی و بخدمتِ خلق — کسے که خادمِ خلق ست کامراں آمد
چناں بزی که ز جودِ تو خلق آساید — چناں که جدِّ[لہ] تو زر بخش و زر فشاں آمد
به حجِ کعبه روی و زیارتِ طیبه[لہ] — که جلوه گاهِ شهنشاهِ انس و جاں آمد

بورد سورهٔ مزّمّل ار دعا بکنی
ز استجب لکم البتّه اقتراں آمد

بسمه تعالی شانه

(۱۱)

منوّر فلک تا به انجم بود — شهنشاهِ ما جارج پنجم بود
به فرقِ هوا خواهِ او تاجِ فخر — سرِ دشمن از دوشِ او گم بود
نصیبِ عدو بوریا و پلاس — برِ دوست سنجاب و قاقم بود
به ملکش همیشه سکون و قرار — به اقلیمِ دشمن تلاطم بود
به بحر و به بر لشکرش فتح یاب — به افواجِ دشمن تصادم بود

[لہ] نواب محمود علی خاں مرحوم و مغفور

[لہ] یثرب

بود قہر بر عسکرِ خصمِ او   از ایزد بہ فوجش ترحّم بود
چو جولاں کند اسپ شہ در مصاف   سرِ خصم پامالِ ہر سُم بود
بود خادمِ شاہِ ما عزّ و جاہ   غلامش نشاط و تنعّم بود
مزمّل مدیحش بگوید بسے
زنظمش جہاں پُر ترنّم بود

بسمہ تعالیٰ شانہ

(بموقع تشریف آوری ہز اکسیلنسی لارڈ کرزن ویسراے وگورنر جنرل ہند
در مدرسۃ العلوم علی گڑھ)

جبذّا اے طالعِ بیدارِ قومِ حق گزار (۱۳) مرحبا اے کوکبِ اسلامیانِ باوقار
اے خوشا وقتِ علی گڑھ اے مبارک مدرسہ   اے زہے قسمت کہ ما گشتیم زینساں کامگار
از چہ بر ما آسماں اینک درِ راحت کشود   از چہ مستِ شادی استیم از صغار و از کبار
چیست تا عیشِ ابد ما را نماید ہر طرف   چیست تا دارد دلِ ما شادمانی بے شمار
تا چہ باشد باعثِ ایں بہجت و وجد و سرور   از چہ ہر فردِ مسلمان ست باعشرت دوچار
ما کہ بودستیم یکسر در غمِ شہ خستہ حال   ما کہ بودستیم یکرہ سینہ کوب و دل فگار
ما کہ مے بودیم از دستِ زمانہ در تعب   ما کہ از جورِ فلک داریم رنجِ بے شمار
از وفاتِ خسروِ عالی گہر وکٹوریہ   ہر یکے را سینہ بریاں بود و چشماں اشکبار
در چنیں وقتے پئے تسکینِ خاطر ہائے ما   از فلک آمد ملک گویا بفضلِ کردگار
لاجرم باید شنیدن تا کہ ما چوناں ہمہ   سر بسر شادی شدہ استیم و ہمہ فرخندہ کار
در ہمہ تخییل بودم گفت ناگہ ہاتفے   پنبۂ غفلت زگوشِ خویشتن آخر برآر

ہاں مگر نشنیدۂ کامروز از فیضِ قدوم   میر ما بخشیدہ ما را صد ہزاراں افتخار
جارج نتھنل لارڈ کرزن بیرن آف کیڈلسٹن   ویسرائے انڈیا۔ آں داورِ دارا دثار
پی سی جی ایم ایس آئی جی ایم آئی ای است آنکہ   زیں ہمہ القاب بالاتر در اعزاز و وقار
آسمانِ مکرمت صدرِ جہانِ معدلت   بر زمینش دستِ قدرت بر زمانش اختیار
ماہرِ علم و ہنر دانا امیرِ دادگر   قامعِ ظلم و ضرر زیبا مشیرِ مستشار
ہم بہ پارلیمنٹِ لندن پالیسیش مستند   ہم بہندوستان دارو حکمہایش اعتبار
تجربہائے خوب آوردہ فراہم از سفر   دیدہ کابل را و زابل را و توران و تتار
حالیا بر نظمِ ملکِ ہند باشد مستند   بہرِ تدبیراتِ ملکی جملہ وقتش وقفِ کار
وصفہایش را اگر خواہم کہ آرم در بیاں   قصہ طولانی شود و آنکہ نیاید در شمار
مختصر گویم کہ ذاتِ پاکِ آں عالی گہر   مثلِ بدرٍ فی الدُّجیٰ والشمس فی نصف النہار
الغرض از راہِ لطف و مہر و اشفاق و وداد   کالجِ ما را شرف بخشیدہ آں نصفت شعار
آمدہ از صیدگاہِ شرزہ شیراں بامراد   می کند اینک دلِ شیرانِ اسلامی شکار
اے فلک درگاہ۔ از نطقِ فصیحِ آں جناب   جملگی گشتیم خرم چوں گلستاں در بہار
اے کہ وقتِ ما ہمہ خوش کردی از لطفِ بیاں   بر تو و بر خاندانت رحمتِ پروردگار
گر اجازت باشد اے صدرِ جوادِ محترم   مطلعے خوانم بہ مدحِ قیصرِ عالی تبار

حضرت ایڈورڈ ہفتم بادشاہِ تاجدار
مالکِ تخت و نگیں آں شہریارِ نامدار

داورِ دارا مناقب خسروِ جم مرتبت   امپراطورِ معظم قیصرِ حشمت مدار
پیش او از چاکرے کمتر بود افراسیاب   نزد او از نوکرے احقر بود اسفندیار
یورپ و ہم ایشیا امریکہ و افریقیا   تابعِ فرمانِ ایشانند آرے ہر چہار
کیست مثلِ او بعالم کش بود ایں گونہ ملک   کیست چوں او کش بود بر ربعِ مسکوں اختیار

شہرۂ فوجِ ظفر موجش بہ افریقا و چیں
قوّتِ بحریش باشد بہ جہانے آشکار
شاعریِ ایشیا ہر چند بدنام ست لیک
حاش للہ! من نمی گویم سخن نا استوار
مدحتِ ممدوحِ من از ایں ہمہ بالاتر ست
انچہ من گفتم کم از کم باشد و یک از ہزار
بہتر آں باشد مزمّل از ثنا دم در کشی
ختم سازی چامہ ات را بر دعائے شہریار
یا الٰہی یا کریمی یا مجیب السائلین
استجب دعواتنا لا تلقنا فی الانتظار
نیّرِ اقبالِ شاہنشاہِ ما تابندہ باد
دشمنش مخذول و منکوب و ذلیل و خوار و زار
نصرت و فتح و ظفر شبدیزِ او را ہمرکاب
صحّت و شادی و دولت باد با او ہمکنار
شاہِ ما ایڈورڈ ماند کرزنش باشد وزیر
در دعائے ہر دو نطقِ من بود گوہر[۱] نثار

[illegible]

(۱۳)

بناز بلبلِ شیدا کہ نو بہار رسید
صبا بہ تہنیتِ گل ز کوہسار رسید
زبسکہ سبزہ دمیدہ ست در نشیب و فراز
گمانِ کانِ زمرد بہ سبزہ زار رسید
قبائے سبز ببر کردہ شاہدانِ چمن
ز حلّہ ہائے بہشتی کہ بے شمار رسید
بسانِ شاہدِ سرگرمِ رقص در محفل
غزالِ مست خرامش بمرغزار رسید
ز کثرتِ گلِ نسریں گماں برم کہ مگر
فلک بہ صحنِ گلستاں ستارہ بار رسید
ز دانہائے فراموش کردۂ دہقاں
ببیں بمزبلہا تا چہ کشت زار رسید

---

[۱] خود ممدوح ہز اکسی لنسی فرمود "I congratulate you on your successful poem; you are the poet of the day"

ز فیضِ صانعِ قدرت نگر که در گلشن
سر غلام و شهنشاهِ تاجدار رسید
زمینِ صحبتِ پاکانِ بارگاهِ چمن
نسیمِ غالیه افشان و مشکبار رسید
ز خاصان
زبس هجومِ ریاحین و کثرتِ گلها
بساحتِ چمنستان خلفشار رسید
نه قطرها بجبینِ گل ست در گلزار
ولے سحابِ دُر افشان و دُر نثار رسید
ز گلشن
ز نمی
صدای بربط و تنبوره چنگ و ارگن و نی
فدای نالۂ بلبل که در بهار رسید
ببر لباسِ مکلّف بسر کلاهِ شرف
هزار طفلِ بهاران به لاله زار رسید
(۱ بجزے زرور بسر کلاه شهاب
ز نیساں سحاں
چو باده خوار ز جوشِ بهار مست و بوجد
هزار مرغِ غزل خوان بشاخسار رسید

مزمّل این همه را منزلِ شباب شمرد
بخواب دید خزاں بر سرِ بهار رسید

(بظاهر این نظم ناتمام ست مرتب)
(از سه اکتوبر به بھیکم پور شروع کرده شد)

---

(۱۴) مبارک باد بر سر ولیم میرس خطاب سر
زکے سی آئی ای بادش بعالم رونقِ دیگر
به میدانِ ترقی اسپِ اقبالش کند جولاں
به شان و شوکت و اجلال و جاه و احتشام و فر
اگرچه ذاتِ او از خواهشِ القاب مستغنی است
ولیکن قدرِ خدمت بادشاهاں را بود زیور
اگرچه ذاتِ او را نیست پروای ثنای کس
خصوصاً دعوئ مداحیِ او از منِ کم تر
ولیکن واجب آمد بر هوا خواهانِ دیرینه
به تبریکش دعا افشاندن از کلک و زبان گوهر
به مزمّل سروشِ غیب گفته از سرِ بهجت
سنه هجریش برخواں۔ "میرس فی جاه و نام آور"

۲
۱۳۳۵
۲
۱۳۳۷ھ

(۳ر جنوری سنه ۱۹۱۹ء)

در ستایش و نیایش حضرت امیر ذی جاہ و شیر شرزہ بارگاہ نواب جلالت مآب و
معلّٰی القاب سر اینٹونی[1] پیٹرک میکڈانل جی سی ایس آئی، سی آئی ای، بی اے
سی ایس لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی و چیف کمشنر ملک اودھ
دام مجدہٗ و اقبالہ العالی

گزرانیدۂ کمترین نیازمندان ارادت کیش حضرت موصوف محمد فضل اللہ خاں
رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ
(از جون سنہ ۱۹۰۱ء شروع کردہ بہ اوّل ہفتہ جولائی سن مذکور تمام شد)

بنامِ یزدانِ بخشایندۂ مہرباں

م

حبذّا اے شاعرِ فرزانۂ شیریں کلام (۱۵) مرحبا اے آسمانِ شعر را ماہِ تمام
بارک اللہ بر خیالاتِ درست و نظمِ چست سعی تو مشکور شد اندر بہ پیشِ خاص و عام
خاص ازیں بہتر چہ خواہی نائبِ شاہنشہ شود عام ازیں اکثر چہ جوئی شہرہ ات در صحن و بام
جارج نیتھنل لارڈ کرزن بیرن آف کیڈلسٹن ق ولیسرائے انڈیا فرخندہ بخت و شادکام
در علی گڑھ چوں بمدح داورِ عالی گہر چامہ خواندی تا چساں بستود و کردت احترام
"کانگریچولیٹ یو فار یور سکسیز فل پوئم" "پوئٹ آف دی ڈے" ترا فرمود آں فخرِ کرام
جوشِ فخر افگند در جانم قبولِ آں جناب در دلِ من ذوق و شوقِ شاعری را شد مقام

---

[1] در اواخر صدی مسیحی گزشتہ لفٹنٹ گورنر ممالک شمال و مغرب (حال صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ) بود۔ فتنۂ اردو و ہندی و زمیندار و کاشتکار در عہدِ او خاست و غبارِ عناد در دلِ رعایا نشست و تخم فساد جا گرفت مرتب

نظمہاے خوب گفتم کِش بہا یک بحر و کاں   شعرہاے نغز گفتم کِش صلہ شیراز و جام
چوں مہارت دست داد از فیضِ یزدانی مرا   فکر کردم تا چہ باشد خوشتر اسلوبِ کلام
با دلِ خود گفتم اے دل اے کہ جانِ من توئی   با تو ام صد غم حلال و بے تو یک شادی حرام
مشورہ کن با ضمیر و گیر فتوے از خرد   کاشہبِ طبعِ رسا را تا کجا رانم بگام
قصّہا از عشق گویم یا گلہ از بختِ بد   شکوہ از گردوں کنم یا از زمانہ انتقام
یا نویسم نوحۂ بر حالِ زارِ قومِ خویش   یا کہ از تحصیلِ علمِ معرفت رانم کلام
عقلِ دور اندیشِ من گفت اے ادیبِ نکتہ سنج   حیف باشد از تو با ایں گونہ استفتاے خام
ہاں مگر نشنیدۂ ضرب المثل از پاستاں   عاقلاں فرمودہ اند اوّل طعام آخر کلام”
شکرِ احسانِ جہاں آخر غذاے روح ہست   ایں مُہِمّ سعد را بنماے اوّل الفرام
کوش اندر مدحتِ صدرے کہ اندر روزگار   زو شدا روے ثنایش جوش آرد در مسام

مطلعے ترتیب کن شائستہ اندر مدحتش
داد گر صدرِ معظّم نامور فخرِ انام

انٹونی پیٹرک میکڈانلِ ذی احتشام   جی سی ایس آئیِ عالی قدر میرِ نیک نام
راد لفٹنٹ گورنر قہرمانِ کامیاب   حضرتِ چیف کمشنر مہربانِ خاص و عام
فخرِ اسلافِ گرامی عزّتِ اخلافِ قوم   شمعِ بزمِ کامیابی شمسِ چرخِ انتظام
داورِ جم مرتبت ماہِ سپہرِ مکرمت   آفتابِ داد و دولت آسمانِ افتخام
علم را سازد عَلَم چوں حکم را باشد حَکَم   عقل را بندد عقال و حزم را بخشد حزام
ہمچو تدبیرش بود تقدیر منقاد و مطیع   در حضورش حشمت و اقبال کمتر از غلام
ملک متوسط بہ یادِ اوست خرسند و شکور   اہلِ بنگالہ ثنا گویش بایقاظ و منام
در زمانِ لارڈ ایلگن کونسل نازاں از و   ہسٹری جنگ آفریدی زینتِ او بدوام
در شمالی مغربی و در اودھ زیں بیشتر   جز بہ او کے حاکم و محکوم بود ایں گونہ رام!

کیست کو خائف نبود ست از بیوباکِ پلیگ   کیست کو آگہ نباشد تا چہ کردی انتظام
کیست کو را دل نباشد ریش از آفاتِ قحط   کیست کز فیمن ریلیفِ تو ندارد التیام
کیست کو بے علم باشد زانچہ کردی دار و گیر   بر بہ پولیس تا شود مخلوق فائز بالمرام
تا توجہ سوے پبلک سروست شد بے دریغ   آن چنان نظم و نسق دادی کہ شد پاک از ہوام
ایجوکیشن اریگیشن لیجس لیشن سیٹلمنٹ   در نظامِ جملہ ذاتت کرد نیکو اہتمام
صیغۂ میونسپل را آن چنان آراستی   کاندرو از جبر و رشوت نیست مانا ہیچ نام
از براے یادگارِ خسروِ[له] غفران پناه   جهدها کردی کہ ماند یادگارِ او مدام
با وجودِ ایں ہمہ اشغال و افکارِ کثیر   اِن ایڈیشن ٹو اَدَرْ ڈیوٹی نہادی چند گام
دورہا کردی پئے فیمن کمیشن ہر طرف   شش جہت تسخیر کردی بہرِ خرق و التیام
مختصر در عہدِ دولت جہد کردی کارہا   بہرِ تالیفِ خواص و بہرِ تسکینِ عوام
ملک آئرلینڈ را بر سلطنت احسانہاست   ق   ازلیے اسٹیٹسمین و جنرلانِ نیک نام
تو ازان دریاے فیض آما گرامی گوہری   اے کہ دستت بحرِ عماں را بود قائم مقام
تو بہ ملکِ خویش داری فخر و ملکِ ما بتو   فخر دارد ناز دارد شکر دارد والسلام
بر رعایاے مسلمان فیضِ تو پوشیدہ نیست   کالجِ قومیِ ما رہینِ احسانت مدام
مستحقان را باستحقاق دادی بلکہ بیش   کورِ نعمت باشد آن کس کو نماید اتہام
ہر کرا انصاف در جان ست گوید مثلِ من   خانۂ اسلام در عہدِ تو شد دار السلام
لطف بر ہندو رعایا کردۂ از عدل و داد   جانِ ہندی در دمیدی اے مسیحایت امام
آشتی و صلح و شفقت شیوہ و آئینِ تست   با مسلمانان سلام و با ہنوداں رام رام
اے ہنر پرور خرد آگہ امیرِ نکتہ سنج   اے کہ چون خورشید تابد فیضِ تو بر ہر کدام
حکم فرمودی کہ آموزند ہندی اہلکار   نقشِ حکمت جست اندر سینۂ من ارتسام
عزم کردم ہندی آموزم بسانِ پارسی   تا شود چون پشتو و انگریزی و تازیم رام

[له] کوئین وکٹوریا

مثلِ من لائل سٹیزن حیف باشد گر کند
سرکشی از حکمِ حاکم گرم با غوغائے عام
لیک استدعائے من اینست اے بحرِ کرم
پارسی در کالج و اسکول ماند بالدوام
بہرۂ خود ہندواں بردند و تو دادی بداں
خوش بود بخششِ بما گر نیز سہمے از سہام
داورا میرا خیرا خوب می دانی کہ خود
پارسی قندست و بخشد قند شیرینی بکام
حیف باشد گر بمیرد پارسی در ملکِ ہند
یادگارِ حضرتِ خیّام آں شیریں کلام
یک رزولیوشن کنی در صیغۂ تعلیم پاس
فارسی ماند بہ یونیورسٹی با احترام
چوں بہ ملکِ خویش باشی بہرہ ور از وقتِ خوش
پارسی در ہند ماند از تو با شکرِ تمام
تا کہ مثلِ من ہزاراں بذلہ سنج از خاکِ ہند
بر ثنائے ذاتِ تو ورزند در گیتی قیام
منکہ افغانے سپاہی زادہ آزادہ ام
در یسارِ من لگام ست و بیمینم با حسام
منّت ایزد را کہ عہدِ دولتِ برطانیہ
داد انگشتِ مرا زینت ز کلکِ مشک فام
آرزو دارم بنارِ تیغ و با آبِ قلم
دشمنت را غرق سازم خصم را سوزم عظام
پشت در پشتم سپاہی پیشگاں بس بودہ اند
در بعہدِ لودی و مغل وزیرانِ فخام
جد اعلایم بہ ہژدہ صد و سہ ۱۸۰۳ سال از مسیح
یافت از حکّامِ انگریزی زمینداری بہ خام
شہرۂ آفاقِ جدّم حضرتِ داؤد خاں
لارڈ بنٹنکش ہمی فرمود عزّ و احترام
در زمانِ غدر و غوغائے بغات نابکار
از دل و جاں کردہ خدمتہائے سرکارِ نظام
شاہدش اسنادِ اسلاف ست خود باشد گواہ
ایں زمینداری کہ من دارم مصون از ضبط و خام
چونکہ جدِّ من سپاہی بود مخلص بس غیور
خواہشِ انعام ناکرد او ز حکّامِ عظام
کس ندادش ہیچ او از ہیچکس چیزے نخواست
آرے آرے شیر نوشاند کجا بے گریہ مام
شکرِ ایزداں را کہ در عہدِ تو بودم با فراغ
جاہ را افزودن و بر من بشیرے نیستے ام
من نہ از کس شاکی و نے کس بود نالاں ز من
دوست راضی دشمن ایمن چاکرانم خوش مدام
دائما لطف و کرم می یابم از حکّامِ ضلع
ہم رئیسانِ معاصر را عنایت مستدام

قومِ من جملہ مسلماں خیر خواہِ سلطنت   آں چناں قومے کہ تخت و بخت شاں بودے غلام
عزتم دادند و در کالج شدم سکریٹری   من بخدمت شاں بکوشم گاہ و بے گہ صبح و شام
آنریری مجسٹریٹی دارم از الطافِ تو   نیز وائس چیرمنم از جانبِ خلق و عوام
بہر زمینداران ملکِ خویش خدمت کردہ ام   در حضورت عرضہا کردم بایشاں افہام
ہندوان و ہم مسلماناں ز تو درخواستند   ممبری کونسلم بخشی باعزاز تمام
آرے آرے من نبودم قابلِ ایں دار و گیر   داورا انصاف شد آزاد کردی یک غلام
من بہ خاموشی توانم خدمتِ سرکار و ملک   گرچہ بر خاموشیم کردند مردم اتہام
ہیچ پروایم نباشد ز اتہامِ این و آں   زانکہ می دانی کہ چوناں کردہ ام با تو کلام
یک خطا با زعمِ مردم آرے از من رفتہ است   اینکہ در شورش ملامت کردہ ام با خاص و عام
گر ازیں رنجد کسے افسوس بر حرمانِ من   قسمتِ من نارسا بود آہ ازیں اقتسام

من ز تو انصاف خواہم تا کہ از انصافِ تو   کس نیفتد از زمیندار و رعیت در بدام
چوں بعہدِ معدلت مہدت ز فیضِ لم یزل   یافتم تعلیمِ نظم و نثر و تنسیقِ کلام
حسرتِ مدحت سرائیِ تو در دل داشتم   زانکہ بے مدحت بہ نظمِ من نمی آید نظام
بس ہمیں حسرت بجانم شورش و جوئے فگند   تا کہ جرأت کردم و آوردمت ایں نظمِ خام
اے جہاں داور جہاں پرور جہاں رادِ وجود   بسکہ جاں کاوی نمودستم دریں طولِ کلام
آنچہ من کردستم از آئینِ تو نظمِ سخن   کم کسے را بودہ باشد پیش ازیں ایں اہتمام
از تملقہا چو تو بیزارہ و ز اغراق دورہ   ضیغمِ فکرِ مرا از راستی باشد کنام
جامۂ خود را بہ نقشِ تازہ پیراستم   مخملِ کاشان انگلش گولڈ کردم ارتسام
گلشنِ ایران را با گلفرنگ آراستم   بلبلِ شیراز را آموختم انگلش کلام
اے جہانِ مرحمت و اے آسمانِ معدلت   گر قبول افتد ز رحمت گیتیم گردد بکام
قافیہ در چامہ ام چوں عیشِ خصمت گشت تنگ   بہتر آں باشد کہ آرم بر دعایت اختتام

از خدا خواهد بقایت را مزمّل کز ادب   بر خدا و بر خداوند ست او را اعتصام
بارالها ذاتِ ممدوح مرا خوش وقت دار   تو از و خورسند باش و ما از و جوئیم کام
تا بدنیا کامیاب و کام بخش و کامگار   چون به عقبیٰ فیض یاب و شاد و فائز بالمرام

از دمِ عیسیٰ بجاست چاشنیِ ارتضا
لیڈی میکڈانل بود با مریمِ عالی مقام

قد تمّ الکلام

این قصیده را از [illegible]
[illegible] شروع [illegible] در سفر [illegible] فقط
۱۹۰۱ء [illegible] تمام [illegible]
جون [illegible]
جولائی سنه [illegible]

ن

اے صنمِ سیم ساق ساقیِ گل پیرهن   (۱۶) خیز و بیاور شراب یک دو سه جامِ کهن
بادِ بهاران وزید مژده بیاران رسید   باده خورید آشکار تا که توان ست و تن
موسمِ عیش و نشاط مایهٔ صد انبساط   جاء لتشویقنا سوّد وجه الحزن
شغلِ شراب و کباب نغمهٔ چنگ و رباب   خوش بود اندر شباب ویژه بطرفِ چمن
خاصه بوقتِ بهار با صنمے گلعذار   خاصه پس از انتظار ویژه بیادِ وطن
عیش فراوان بود رحمتِ یزدان بود   قائلِ کفران بود هر که کند لا و لن
باده خورم تا صبوح خیره بعفوِ غفور   کامده گاهِ سرور توبه کنم در خزن
ترک کنم شغلِ مے رهن کنم چنگ و نے   تا که فراهم شود بهرِ کتابے ثمن
هدیهٔ قرآن کنم جدّتِ ایمان کنم   ق روئے بمکتب نهم درس دهد تا بمن
مولوی عبدالحمید[لہ] مرد جوانِ سعید   ابنِ وحیدِ زمان پورِ فریدِ زمن

[لہ] فرزندِ مهین و بهین حضرت مولانا عبدالغنی خاں مرحوم و برادرِ کهین و دل نشین جنابِ نفیس دلهن صاحبه حال پروفیسر فارسی عثمانیه یونیورسٹی حیدرآباد (دکن)، بهنگامِ انشادِ این اشعار به بهار ممدوح آسودهٔ وطن بسایهٔ پدر و مادرِ خویشتن بود۔ اگر اندران زمان متوطنِ دکن بودے ظاهر که قافیهٔ "دکن" هم برائے مدحِ ممدوح مرحوم تنگ نه بود شاید که چیزے ازین قبیل گفتے

واقفِ صد علم و فن - پاک بسرّ و علن
طالعِ اوج پرن - جوهرِ کانِ دکن

مرتّب

حضرتِ عبدالغنی فاضلِ عالی مقام — شاعرِ شیوا بیان بلبلِ شیریں سخن
علم و خرد مایہ اش بیش ازیں پایہ اش — فیضِ ازل دایہ اش صاحبِ علم و فطن
شاعرِ شیوا بیاں مفخرِ ہندوستاں — اے کہ صفایت عیاں لے کہ ثنایت علن
خطِ تو مرغوب تر خُلقِ تو محبوب تر — زیں ہمہ ہیں خوب تر نظمِ طرازِ سخن
جوہرِ ذاتی تو بہ ز صفاتی تست — کاملِ بے اکتساب شایقِ ہر علم و فن
وقتِ سابے تو ہا پاک دل و پارسا — اے بجوانی چو پیر پرائے رہ زینتِ کہن
شخصِ تو فخرِ زمیں خطِ تو ارژنگِ چیں — امرِ حقیقی ہست ایں ہا نہ گمان ست و ظن
وصفِ تو کم گفتہ ام ہجری و ہم گفتہ ام — مردِ قلم گفتہ ام خیز مرا تیغ زن
اے کہ پدر بر پدر باہنر و نامور — داورِ دشمن فگن صفدرِ لشکر شکن
سیف بود بابِ تو کان گہر کلکِ تو — نظمِ سخن سلکِ تو غیرتِ عقدِ پرن
وصفِ تو لا انتہا فکرتِ من نارسا — ختم کند بر دعا بندہ مزمّل سخن
بہر تو عطائے خدا شافعِ تو مصطفےٰ — یاورِ تو چارؓ یار حامیِ تو پنجتن

وقتِ تو مسعود باد و بختِ تو محسود باد
ذاتِ تو محمود باد از کرمِ ذوالمنن

وقتِ شباب و

بسمہٖ تعالیٰ سبحانہٗ

(۱۷)

صبا رساں بہ حبیبم[1] تحیتِ مسنوں — بہ آں طریق کہ باشد مناسب و موزوں
بہ بارِ عامِ مجالِ سخن اگر یابی — بعزِّ عرض رساں اشتیاقِ ایں محزوں

---

[1] مراد از مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی رئیس حبیب گنج المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ . مرتّب

به آں که در دکن او شمعِ بزمِ اقبال ست   ز من بگو که چو پروانه ام ترا مفتوں
توئی به گلشنِ علم و ادب گلِ خنداں   منم چو بلبلِ شیدائے واله و مجنوں
به بوستانِ سخن طوطیِ شکر خائی   مرا به آئینه افسانهاست پر افسوں
به رغمِ انفِ عزیزاں خدائے راپسند   ز جوشِ آتشِ هجراں بسینه ها کانوں
سوار و پیاده و دهقان و اهلِ کارِ قدیم   همه بغیرِ تو بے صبر و بے قرار و سکوں
هرا که شغلِ مهمات بیش از بیش ست   ز بے تو لطفِ ریاست نه ذوقِ علم و فنوں
نه شوقِ صید و شکار و نه سیرِ باغ و بهار   نه مشورت نه صلاح و نه شرحِ رازِ درون
نه اهتمامِ امور و نه انصرامِ مهام   نه حلِّ عقدهٔ لاینحل از بنِ ناخوں
نه اعتدالِ مزاج و نه رغبتے به مزاح   نه بزمِ ذکرِ ارسطو و شیخ و افلاطوں
کدام کس که کند شکوه از شکر رنجی   کدام کس که کنم از تلافیش ممنوں
عزیز و قوتِ بازو کهیں برادرِ من   الا که بے تو دلِ من غمیں و حال زبوں
ز سیلِ اشکِ من اندر فراقِ روئے خوشت   به نیم رود[1] تلاطم فتاده چوں جیحوں
بروئے تو همه خرم فضائے بھیکم پور   بغیرِ دوست وطن بد ترست از هاموں
عنانِ صبر ز دستم رها شده ست و دگر   هزار موعظه بے حاصل ست و صد مضموں
چه حاصل ست که گویم هزار شعرِ بلیغ   چه حاصل ست که گوئی تو عذرِ گوناگوں
غمِ فراق نه داند مصالحِ ملکی   سرِ وصال نه داند قواعد و قانوں
دوائے دردِ دلِ ما اگر بخاطرِ تست   بیا که زود بیا بے چرا و چون و چگوں
ز بارگاهِ فلک پایگاهِ شاهِ دکن   تفقدست بحالِ تو از شمار فزوں
ز پیشگاهِ شهنشاهِ ذوالجلال و منن   بحالِ شاه بود فضل از قیاس بروں

خوش نوای

پیشت

---

[1] رودے که موسوم به "نیم ندی" است۔ بھیکم پور بر کنارِ آں رود واقع ست

مرتب

محیِ ملّت و دیں ماحیِ ضلالت و ظلم　　ہمیشہ حامیِ او باد قادرِ بیچوں
بہ جان و مالِ عزیزاں ذیل و خیل سلطنتش　　بود عنایتِ پروردگار روزافزوں
بہ التماسِ تو شد حکمِ احترامِ صیام　　وقارِ شہ بفزاید بہ امرِ کن فیکوں
دعاے شاہ بگفتم ثناے ذاتِ تو ہم　ق　نہ ماندہ است مگر ایں کہ گویمت اکنوں
شوی ز قدرِ مزمّل بہ آں زماں آگاہ
کہ شادماں برود زیں سراے بوقلموں

آمین

(نظم سال گرہ)

شاہِ ما ایڈورڈ ہفتم مالکِ تاج و نگیں　(۱۸)　آنکہ بگزشت اوجِ اقبالش ز چرخِ ہفتمیں
صاحبِ تدبیر و رای و باعثِ اکرامِ خلق　　قابلِ تعظیم و تکریم و ہزاراں آفریں
حامیِ انصاف و جود و قاطعِ جور و جفا　　ناشرِ امن و امان و ماحیِ بنیادِ کیں
علم و حکمت در ضمیرش ہمچو ضو در آفتاب　　جود و رافت در نہادش ہمچو بو در یاسمیں
شہریارِ نامدار و تاجدارِ کامگار　　بادشاہِ ملک پرور داورِ نصفت قریں
ہیبتِ فوجِ ظفر موجش بہ قلبِ بحر و بر　　صولتِ حکمِ جہانگیرش بہ مصر و ہند و چیں
اے مزمّل بر دعاے شاہ کن ختمِ سخن　　شکرِ نعمت واجب آمد بر گروہِ مسلمیں
ملکِ شہ آباد و باشد خاندانش شادماں
ذاتِ او تا دیر ماند یا الٰہ العٰلمیں

بسمہ تعالیٰ سبحانہ

(١٩)

متیں میرزاے عطاے حسین   قزلباش مردِ شجاعت قریں
خردمند و خوش فکر و نازک خیال   سخن دان و شیریں بیاں با یقیں
ادیب و اریب و لبیب و حبیب   گزین و بہین و مہین و ذہیں
سخن ملکِ او باشد از چار پشت   کند کسبِ معنی ز روح الامیں
بہ تبریکِ خلعت تواریخ چند   بہ من کردہ ارسال خوب و گزیں
مؤمّل سنہ عیسویش بگفت   تواریخ راجح عطاے متیں
١٩ ١٩ ع

سنہ ہجریش نیز گفتہ دلم
جلیل المراتب عطاے متیں
١٣ ٢٧ ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ ایست کہ بکمال اخلاص بشان جناب مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب رئیس حبیب گنج
وحضرت قبلہ مولانا محمد عبدالغنی خان صاحب مدظلہم حقیر فقیر سراپا تقصیر بتاریخ ١٩ مئی سنہ ١٩٠١ع گفتہ و
عرض کردہ

شبان و رآمد و بنشست ماہ سیمائے (٢٠) ز عشقِ او بسرم صد ہزار سودائے
بہ کوہسارِ مروّت چو کبک طنّازی   بمرغزارِ محبت غزالِ رعنائے
بہ شاخسارِ حیا یاسمینِ نازک بوے   باآبشارِ وفا گوہرِ مصفّائے

بچہرہ داشت نکو طرّہ سمن سائے
عجب

بہ قد کشیده الف یا چو مدِّ نستعلیق چو با دو ابروے او خوب چہره آرائے
دو چشمِ نرگسِ او بر فرازِ عارضِ او چو نقطہ ہا کہ گذارند بر سرِ تائے جبہ نکو
دو قعرِ بینی و یک کمترک نشانِ دہن فرازِ آں لبِ نوشیں نقاط بر ثائے
چو جیم جعدِ مجعّد، چو حا رخش ساده بہ سر کلاهِ مکلّل چو نقطہ بر خائے
زمانہ چوں کمرِ دال خم بہ تعظیمش چو ذال نقطہ بسر از عصا بہ خضر لائے
ہلالِ ناخنِ او رائے خطِ خوب نگار بدست خاتم و خنصر چو نقطہ بر زائے
دہن پر از دُرِ دنداں چو سینِ دندان دار چو شیں کشاده بہ بازو و سینہ پہنائے
بود ز صاد و بوصفِ جمالِ او صد صاد چو ضاد مختلف الصّوت نغمہ پیرائے
ز مہرِ او بہ سرِ سینہ ام خطے ز ازل چناں الف کہ نگارند بر سرِ طائے
برائے دفعِ نظر خالِ سرمہ بر عارض بسانِ نقطۂ موزوں فرازِ یک ظائے
چہ چشم عینِ عفاف و علائے نور العین ز غینِ گیسوئے او ماه رخ بہ ہالائے
سرش بسانِ سرِ فا مناسب و موزوں بقاف شہرۂ حسنش پریش شیدائے
فلک خمیده بہ حکمش چناں کہ مرکزِ کاف چو لام زلفِ معنبر مگر چلیپائے [illegible]
ز میمِ مہر و محبّت مرا کرم بخشی بہ لاغری کمرش ہمچو موئے مو پائے
شکم چو نونِ مدوّر ز ناف نقطہ برو مگر چو نکتۂ پنہانِ مردِ دانائے
بسانِ واو نکو گوشواره اش در گوش چو ہا دو گوش مذہّب چہا ہوس زائے
منش مطیع کہ تا ہر چہ او بفرماید رکوع کرده اطاعت کنم چو ہمزائے
بہ مجلسش گذرِ من مگر بصفِّ نعال چو یا کہ درج شود در پسِ الف یائے
ز مہرِ او بودم فتح و قہرِ او کسرم مگر بہ پیشِ رضایش دمے نہ یارائے
گہے ز غصّہ چو تشدید سینہ بشگافد گہے بہ لطف سکوں بخشدم بایائے
چو دیدمش کہ قدم رنجہ کرد و لطف نمود ببر کشیدمش و خم شدم بمنشائے

ن هان هش دار

چو شعله از بغلم جست و گفت کای بی صبر   نمای صبر که دارم ز تو تقاضائے
نثارِ او شدم و گفتمش که بسم الله   بجز اطاعتِ حکمت نیم تمنائے
بسان غنچه بخندید و گفت شاعرکم   ق مگر تو یاد نداری که دوش درجائے
دو مردِ زیرک و دانا و فرد و کاملِ فن   ز شعر خود چو منت کرده اند شیدائے
بیا به مدحتِ شاں گوش چامهٔ بنگار   که تا دهانِ تو بوسم ز لعلِ همزائے
بوجد آمدم و مست گشتم از شادی   به من ز فیضِ ازل گشت مطلع القائے

ن که تا دهانت کنم پُر

مرا ستوده باشعارِ دوش یکتائے
که هست در سخن او طوطیِ شکرخائے

ن بجاه و رتبه

زبان کشوده بتائید او خردمندے   بعلم و فضل مرا مفخری و مولائے
یکے جوان بفطانت چو پیرِ دانشمند   دگر چو پیرِ طریقت بعقل برنائے
یکے به شعر بود در مذاقِ جان شکّر   دگر به نطقِ حدیثش بود چو حلوائے
یکے چو کانِ بدخشاں لبانِ او پُر لعل   دگر ز گوهرِ معنیش طبع دریائے
یکے امیر به فنِّ معانی و منطق   دگر به ملکِ فصاحت بود چو پاشائے
یکے به بزمِ سخن کامگار جمشیدے   دگر به رزمِ بیاں کام بخش دارائے
یکے بلند نشینے به اوجِ فضل و کمال   دگر علوّ گزینے سپهر فرسائے
یکے برزمِ زباں آوری چو فردوسی   دگر به بزمِ نظامیِّ معنی آرائے
یکے به مرتبه چوں بوقبیس و اعلیٰ تر   دگر به رتبه بود همچو طورِ سینائے
یکے شکارِ مضامیں کند ز طائرِ قدس   دگر اسیرِ سخن آورد ز عنقائے
یکے به شعر بود رشکِ انوری و ظهیر   دگر به عقل ندارد نظیر و همتائے
یکے همی کندم قدر در سخن سنجی   دگر ز لطفِ بیان ست قدر افزائے
یکے حبیبِ لبیب ست و مایهٔ فخرم   دگر غنی ست که باشد فصیح گویائے

ن دو لیکن بعقل و دانش پیر

ن بل از ارفع

یکے کہ جانِ من از لطف او بود مختوم   دگر بہ قلبِ من از مہر اوست طغرائے
صفات ہر دو ز توصیفِ من بود ارفع   کہ یافتند ز یزداں مقامِ اعلائے
کجا زبانِ من و کو بیانِ شانِ حبیب   کجاست کعبۂ اطہر کجا کلیسائے
کجا صدائے گدا و کجا ثنائے غنی   کجا صنم کدہ و کو مقامِ بطحائے   ندائے
کجا بیان صفاتِ جنابِ لم یزلی   کجا زبان یکے گنگ و ہرزہ پیمائے
بہ مدحِ شاں چو منِ بے ہنر سخن گر گفت   جنابِ حضرتِ شاں را بود نہ پروائے
ہم از محبّتِ شان ست کہ بہذلِ فقیر   ز لطف و جود نمایند سمع اصغائے
مرا مجال کہ دم از سخنوری رانم   عجب کہ دعوئے لینت ز سنگِ خارائے
مثالِ نظمِ من و تشبہِ جامۂ ممدوح   چناں کہ در طبقِ گل نہی تو خزفائے
بہ پیشِ سحر بیاناں دم از فسوں سازی   مرا مجل نرسد ایں چنیں معمّائے
فقط اطاعتِ حکمِ حبیب ہست کہ من   ز سلکِ نظم شدم دُر فشاں چو دریائے
بہ شکرِ لطف خزف پارہ چند آوردم   ازاں کہ وزن شود سیم و زر بہ خارائے
و یا کہ غرّہ شدم ز التفاتِ حضرتِ شاں   کہ ہر یکے ست مرا جاں فزا مسیحائے
بحسنِ علم و عمل ہر دو وامق و یوسف   خلوص من کند عذرائے و زلیخائے
سزد چو ناز کنم بر نیازمندیِ خود   کہ ہمچو من بدرِ شاں ہزار مولائے
ازیں تفاخرِ جائز بجاں مرا ہوس ست   کہ مطلعِ دگر آرم بمدحِ یکتائے
خوش ست کز پئے تعمیم سر کنم تخصیص   جدا یگانہ نہم نکتۂ بہر جائے

حبیبِ من نہ غلط - بل حبیبِ مولائے
کہ حُبّ و رحم بود اسم را مسمّائے

مماثل ست بنام و سخن بہ قاآنی   مقابل ست بہ لقمان مرد دانائے
امیر و عالم و صالح فہیم و دانشمند   کریم ابنِ کریم و جوانِ رعنائے

بود سلیم و حلیم و متین و دوراندیش خلیق و برّ و تقی و فرشته سیمائے
سخن رس عربی فارسی و انگریزی برائے کسبِ علوم و فنون شیدائے
چو من که عاریم از خیر او ز شر عاری ست چو من که بد کنم او نیک کار فرمائے
اگر منم بجهاں زنده و نفس نه هلم فقط جزایں که ز حبّش کنم مداوائے
دریں دیار که کس از کسے خبر نه بود برائے من بود او غمگسار مولائے
مگر نه بحرِ ثقیلش کشم به جانبِ خویش بکامِ تشنه لبم لطف او دهد مائے
زمینِ مقدمِ او من چو فکرِ شعر کنم ز مطلعِ دگر آرم بدست یغمائے

سخن شناس و سخن فهم تازی ست و دری

طلوعِ مطلعِ من مدحِ مسند آرائے
خجسته حضرتِ عبد الغنی دانائے

عروج و اوجِ کمالش برون ز اندازه بوصفِ او نه رسد خود گمان راپائے
بکامِ علم و فراست بود چو آبِ حیات بجانِ شعر و سخن تازه کن چو صهبائے
به تشنگانِ هنر فیضِ او رساند آب کند تواضعِ معنی بمن و سلوائے
سحابِ فضل و عطا آفتابِ حلم و حیا بآب صدق و صفا خوش بیانِ شیوائے
به علم و فضل بود فخرِ رازی و طوسی به صرف همچو خلیل و به نحو فرّائے
کمالِ او به عروج و عروجِ او بکمال خدائش داده کمالے فزون ز احصائے
شگفت نیست گر از منِ صحبتش چو منے دریں قصیده کند فخرِ شعرِ غرّائے
خوشا که بهر نثارِ سرِ مبارکِ او متاعِ کاسدِ خود آورم و کالائے
غرضکه آنچه توانم به مدحِ او کوشم اگرچه هیچ نخیزد ز من گل اندائے
مزه ملال نگزرد از حد و ادب بشناس که آخرش کند آرام راه پیمائے
دعا کنم ز جلیسانِ خویش آمین خواه که هر جلیس بود محوِ صد تماشائے
دعاء شاں چو ثنا شاں گزار یکجائے که رب یکے ست علیم و خبیر و دانائے

غنی ز خلق بود بے نیاز و مستغنی　　حبیب مایۂ نازش عزیز دلہائے
برائے قاصی و دانی جنابِ شاں ملجا　　برائے حلِّ معانی بوند ماوائے
مرا معاینہ حبِّ حبیب ایماں باد
نہ دیگرے بسرم باد شور و سودائے

[illegible]

بسمہ تعالیٰ سبحانہ

(۲۱)

مژدہ اے دل سنجرِ عالی تبار آید ہمی　　آنکہ اقلیمِ سخن را شہریار آید ہمی
قاصدِ فرخندہ خو یعنی بشارت را بشیر　　بر درِ من بے غبار و پُر غبار آید ہمی
مژدہ آرد کہ از تاثیرِ پُر تنویرِ آں　　دل درونِ سینۂ من نو بہار آید ہمی
یعنی آں صدرِ فصیحاں با زبانِ بذلہ سنج　　باز در بزمِ احبّا دُر نثار آید ہمی
دوش در بزمِ حریفاں بادہ خوردہ شب گذاشت　　تا چہ کرد ستم کز ما دل فگار آید ہمی
مضطرب گشتم ز جا برخاستم آسیمہ سر　　دل درونِ سینۂ من بے قرار آید ہمی
منکہ بودم در فراقش از زمانے سینہ ریش　　تا چہ شد کاینک دلِ من داغدار آید ہمی
آمد و جا دگر بکشود او بارِ سفر　　ایں چہ رسمِ تازہ از آں نامدار آید ہمی
بر جگر دنداں فشردم قاصدے کردم گسل　　تا بدانم از چہ رو ایں شعار آید ہمی
گفتمش از من بگو بعد از سلام و صد نیاز　　کار با جاں اوفتاد و جاں بکار آید ہمی
تا چرا رو تافتی ما را پریشاں ساختی　　شکوہ از تو بر لبم بے اختیار آید ہمی
صورتت در منزلِ دل انتظارت می کشد　　نامہ ات اندر فراقت اشکبار آید ہمی
قاصدم رفت و بگفتش انچہ بودش گفتنی　　باز آمد داد پاسخ وقت چار آید ہمی
چارہ را باقی ہست شش ساعت کجا صبر و شکیب　　سخت تر از موت گویند انتظار آید ہمی

[illegible]

[illegible]

فکر کردم تا چگونہ خیر مقدم گویمش　　در ہمیں حیرت کہ خوابِ خوش گوار آید ہمی
قلعۂ ملکِ تنم را خواب چوں تسخیر کرد　　صیحۂ ہاتف بگوشِ اعتبار آید ہمی
دستِ تسکیں بر دلم بنہاد از روے کرم　　وز زبانش چند شعر آبدار آید ہمی
گفت ایں اشعار اندر خاطرِ فاطر گزار　　خیر مقدم خوشتر از ایں نہ بہار آید ہمی
دل غماں چوں خفتہ بودم شاد دل برخاستم　　بر زبانم شکرِ ذاتِ کردگار آید ہمی
شعرہا را درج کردم با کمالِ عقل و ہوش　　تا بخوانم پیشِ آں کو ہوشیار آید ہمی
باز گویم آفریں استاد کارے کردہ　　کز خیالش مر مرا صد شرم و عار آید ہمی
خانۂ من خانۂ خود دان و فارغ دل نشیں　　خانۂ یاراں ہمیشہ وقفِ یار آید ہمی
ہمچو تو استادِ یکتا مثلِ من شاگردِ فرد　　می توانم گفت کے در روزگار آید ہمی
گر بہ شاگردی پذیری منت بر جانِ من　　ورنہ خود از صحبتِ تو افتخار آید ہمی

از صحبت صدر نشینی

مختصر ہز مثلِ عاصی سزاے مہرِ تست
کم چو او دریں زمانہ مردِ کار آید ہمی

بسم اللہ خیر الاسماء

اے صنادیدِ قومِ شروانی (۲۲)　　وے مفخر بہ نسلِ افغانی
اے بزرگانِ خانوادۂ ما　　وے جوانانِ ایلۂ خانی
از قدومِ شریفِ تاں امروز　　فخر دارم ز فضلِ یزدانی
وز قدم رنجہ کردنِ احباب　　شد دلم شاد و چشم نورانی
شکر واجب بود بذمۂ من　　کہ چنیں ست حکمِ قرآنی
بعد اظہارِ منت و احساں　　عرضِ مطلب کنم بآسانی

لہ بموقع جلسۂ شروانی اسکول چھرہ ضلع علی گڑھ کہ ماہ اگست ۱۸۹۶ء افتتاح پذیرفت　　مرتب

خوانم این شعرہائے نغز و لطیف　　گر توجہ کنید ارزانی
چہ حکایت کنم ز قصۂ خویش　　اے بسا دردہائے پنہانی
دلِ من پُر ز دردمندیِ قوم　　جاں بود مبتلائے حیرانی
جگرِ من کبابِ سیخِ الم　　تنِ من پیکرِ پشیمانی
ہمہ روزم بہ فکر می گزرد　　ہمہ شب این من و پریشانی
در خیالِ عروج و پستیِ قوم　　منم و صد ہزار حیرانی
یادِ ایّامِ شہریاریِ غور　　یادِ آں صولتِ خراسانی
یادِ آں جدِّ پاک شاہ حسین　　کہ بعرغشت کرد مہمانی
یادِ ابنائے عمّ لودی ہا　　یادِ آں طمطراقِ سلطانی
یادِ اقبال و شوکتِ سوری　　یادِ فرّ و شکوہِ شاہانی
یادِ اوجِ زمانِ شاہجہاں　　مرحمت ہائے ظلِّ سبحانی
یادِ آں ثروتِ شجاعت خاں　　وان سپہداریِ عمر خانی
یاد شان و شکوہِ راج مئو　　یاد آں مردِ یوسفِ ثانی
یادِ ہنگامہائے مرہٹہ ہاے　　حملۂ شیر مردِ درّانی
یادِ جنگ و جدال با جاٹاں　　یادِ زخمِ سنان و پیکانی
یادِ انعام از گشائیں ہا　　کاں ونبکر امیرِ لاثانی
بر بہ اجدادِ ما کرامت کرد　　آنچہ بودش بجدّ امکانی
یادِ ہژدہ صد و سہ ۱۸۰۳ء سالِ مسیح　　یادِ فتحِ عظیم برطانی
یادِ تسخیرِ قلعۂ کوئل　　یادِ تخلیص از پریشانی
یادِ آں افسرانِ انگریزی　　یادِ بخشش وسیلۂ نانی
یادِ آں باز خانِ با اقبال　　بر روانش درودِ یزدانی

بود چون شیرِ شرزه در میدان　　جانِ ایمان در مسلمانی
یافت عزّت ز نیشنِ انگلش　　گشت اقبالِ قوم را بانی
کرد جنگِ عظیم در دادول　　به تفنگ و به تیرِ ترکانی
زخم ها خورد در صفِ هیجا　　آخرش یافت فتحِ تابانی
یادِ داؤد خان نیک اختر　　صدر اعلاے بزمِ انسانی
یادِ اوج و عروج و اقبالش　　همچو خورشید در درخشانی
یادِ حج و زکوٰة و صوم و صلوٰة　　یادِ حبّ و ودادِ ایمانی　　۱۰ روزه نماز
هر یکے در محبتش کوشان　　هندو و هم یهود و نصرانی
گرد بر گردِ خوانِ انعامش　　عربی، کابلی و ایرانی
خوش بیان، خوش مذاق، خوش تدبیر　　ماهرِ فنِّ طبِّ یونانی
در سخاوت چو حاتمِ طائی　　در محبّت چو پیرِ کنعانی
صاف گو راست باز صدق بیان　　متوکّل بفضلِ رحمانی
ربط ضبطش بجا کمانِ زبان　　عزّتش در عیان و پنهانی
خیر خواهیش در زمانهٔ غدر　　وان خلوصش به تاجِ برطانی
کوششش از براے امن و امان　　همه با صرفِ مالی و جانی
ربِّ اغفر له وارحمه　　انت باقٍ و کلّنا فانی
تا کجا قصّهٔ سلف خوانم　　از خلف بایدم سخن رانی
آن سلف صالح و خدا آگاه　　این خلف غرقِ بحرِ عصیانی
آه از جهل و از تجاهلِ ما　　آه از خودسری و خود دانی
آه از کینه و نفاق و حسد　　آه از ابتری و ویرانی
آه از معصیت پناهیِ ما　　آه از جذبهاے شیطانی　　۱۰ [illegible]

آہ از غفلت و تغافلِ ما   آہ از بے سری و سامانی
آہ از کردہاؤ از ناکرد   سہل انکاری و شغف رانی
آہ ازیں زبانِ شہرآشوب   آہ ازیں زمانِ طوفانی
شرم از فخرہائے بیہودہ   شرم بر غمزہاے شترانی
آوخ از کردہاے ناہموار   آوخ از سلبِ ننگِ افغانی
حیف بر ما و بر شرافتِ ما   حیف بر غلبہاے شہوانی
قومِ من مستِ خوابِ ناز و غرور   وقت خواہانِ سعیِ مردانی
تاکجا کاہلی و سستی و جہل   تاکجا دستِ غم بہ پیشانی
از براے خدا و بہرِ رسول   واگزارید راہِ نادانی
ہمہ بالاتفاق برخیزید   ہمہ بایک دل و یک جانی
ہر یکے باکمالِ صدق و صفا   ہر یکے در رضاے یزدانی
جملہ کوشید در ترقیِ قوم   اے بزرگانِ اقاصی و دانی
اُطلبِ العلم بر زبان آرید   ہمہ از دولتِ مسلمانی
دین و دنیا تلاشِ افغان ست   علم و دولت معاشِ شروانی
نیزہ شان شد قلم زبان شمشیر   کاغذ آماجگاہِ چوگانی
گر زمانے بریں روش باشید   حق دہد خاتمِ سلیمانی[1]
گو ہمت خاتمِ سلیمان چیست   علم دنیا و علمِ عرفانی
علم باشد عصاے ہر موسیٰ   علم شہر را کند نگہبانی
علم جان بخش چون دمِ عیسیٰ ست   ہم جہان بخش و ہم جہانبانی
علم در ہر زبان کہ بود نکوست   عربی یا زبانِ سریانی
منحصر در زمانۂ امروز   علم حاجت بود بجز دانی

---

[1] کنایۂ بلیغ ازیں واقعہ کہ سلیمان خان صاحب رئیس چہرہ مال و منالِ وافر داشت و توجہ بحالِ مدرسہ موفور۔ مگر از حوادثِ روزگار و قضاے ایزد کردگار مجبور ماند و از اتمام کار معذور۔ "فانا للہ و انا الیہ راجعون"
مرتب

مگر از آسماں ببارد علم — این نہ آید ز مشقِ دہقانی
علم خواہد کہ جاں بہ من بازید — تا دہم اجر لعلِ رمّانی
علم گوید کہ صرفِ زر بکنید — تا کنم بر شما دُر افشانی
پس عزیزاں ز نوشداروے علم — دردِ خود را کنید درمانی
بس مزمّل زباں بکام گزار — تا کجا این ہمہ غزل خوانی
تا کجا وعظ ہاے نغز و شگرف — تا کجا پند ہاے لقمانی
تا کجا رزم گو چو فردوسی — تا کجا بزم خواں چو خاقانی
تا کجا فیض خواہ از سنجر — تا کجا رانہ جو ز قاآنی
ہاں بہ شغلِ دعاے قوم بکوش — درگزر از فلان و بہمانی
رب ارحم علی جماعتنا — حالِ ما ایزدا تو می دانی
بہ طفیلِ نبیؐ و آلِ نبیؓ — رحمتِ خویش دار ارزانی
شوقِ علمی بہ بخش و ذوقِ عمل — حلِّ مشکل نما بآسانی
دولتِ حبِّ دین و دنیا بخش — دور دار از خراب و ویرانی
دوستاں شاد دشمناں پامال — جانِ حسّاد در پریشانی
سعی ہائے حبیب رحمٰن خاں — جملہ مشکور کن کہ منّانی
درس گاہِ علوم مدرسہ را — ذاتِ او باد سیّد ثانی
من و سوداے خیر خواہیِ قوم — قوم و دریاے جودِ ربّانی

شکر گویانِ فضلِ تو باشم
تا بآں دم کہ جان بستانی

مثنوی

شعر لا اعلم؎[1]   رسم ست کہ مالکانِ تحریر
آزاد کنند بندۂ پیر

عرض کردہ ام؎

مزمّلِ خستہ دل کہ پیر ست (۱)   در مجلسِ قوم ہنوز اسیر ست
نے پاے فرار و رستگاری   نے جاے قرار و استواری
نے تابِ فغان و شیون و آہ   نے طاقتِ صبر قصّہ کوتاہ
نے کیسۂ زر بقدرِ ہمّت   نے کار بمقتضاے فرصت
نے سنگ دلم نہ آہنی دل   از دستِ دلم بہ سخت مشکل
دل گرچہ فراخ جیب تنگ ست   انکارِ سوال عار و ننگ ست
در خدمتِ خلق استوارم   ہر چند ضعیف و خاکسارم
مقسوم نمی تواں خریدن   بر باد نمی تواں پریدن
کشتِ اُمّید رفت بر باد
فریاد خداے پاک فریاد

(بوقت صبح بمقام کوٹھی ندری موزوں کردہ و بموقع جواب ایڈریس
مارہرہ اسلامیہ اسکول خواندہ شد - ۲۴ر فروری سنہ ۱۹۲۲ء)

---

[1] سعدیؒ در گلستاں   مرتب

حکایت و شکایت

حبیبِ[1] ما کہ مہیّاست صیدِ دلہا را (۱) بیک ارادہ کند خونِ صد تمنّا را ۱
گہے بمہر کند رام مرغِ وحشی را — گہے بقہر براند ادیبِ یکتا را
گہے بہ غمزہ برد ہوش از سرِ زاہد — گہے بعشوہ فریبد ہزار دانا را
گہے حلال کند خونِ عاشقِ مسکیں — گہے حرام کند بادۂ مصفّا را
گہے بمصطبۂ شعر درسِ عشق دہد — گہے فروغ دہد منبر و مصلّا را
گہے بمنزلِ من آمدن کند وعدہ — وفا بغیر کند گاہ عہدِ فردا را
غرض کہ دوش مرا منتظر گزاشت گزشت — بہانہ کرد تماشائے کوہ و صحرا را
برائے سیرِ حریفِ دگر بہرہ برد — خبر نہ کرد عزیزانِ ناشکیبا را
سفر مبارک و عمرش دراز و بخت بکام — خدا کند نہ پسندد دگر جدا ما را
قیام گاہ چو معلوم نیست نامہ گسیل — چساں کنم کہ ندانم مقامِ عنقا را
صبا پیامِ من ایں شعرِ بلبلِ شیراز ق رساں جلیسِ وانیسِ نگارِ رعنا را
"چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را"
منِ غریب و تمنّائے وصلِ تو ہیہات — بہ حریص نہ بخشند منّ و سلویٰ را
غلامِ سیرتِ خوبیم و جاں ہمی بازیم — براہِ دوست اگر خو کند تولّا را

من و خدا کہ مزمّل نیاز مندِ شماست
سوائے مہر نخواندہ است ہیچ الف با را

---

[1] نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی   مرتب

قطعات

قطعۂ تاریخ

۱ تیغِ[۱] فولاد و قبضۂ زرّیں (۱) کمر و فرقد و قبا و عبا
سندِ خدمت و رضامندی   بمن از وایسرائے شد چو عطا
سنہ ہجریش داں - فروغ دوام
۱۳۳۷ھ
بہزقّل سروش کرد ندا

(۲۴ ؍ دسمبر ۱۹۱۸ء)

لیس للانسان الّا ما سعیٰ

سعی کن در کار اے مردِ خدا (۲)   کہ در دنیا و در عقبیٰ جزا
کارِ دنیا ہم بغیر از جہد نیست   "لیس للانسان الّا ما سعیٰ"

(بوقت سہ پہر ۳ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء - بھیکم پور)

ہو الغفور الرحیم

عمرم بہ شصت و ہفت رسید است اے خدا (۳)   از صد ہزار طاعتِ تو یک نشد ادا
قد جئت عند بابک یا غافر الذنوب   الملتجی بعفوک یا من لہ البقا   یا فالق النوا

(شب ما بین ۱۷ و ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

---

[۱] اجزائے خلعت بہ سلسلۂ و صلۂ خدمات جنگ عظیم
مرتّب

اللہ الصّمد

(۴)

سرگرمِ کلام آمدہ ام مدحِ رسا را کلکم ہمہ آمادۂ صد مدح و دعا را
حاکم آمدہ در مہملہ ہر کلمہ در آرم سدّ آمدہ در راہ سرِ مدح سرا را
ممدوحِ مرا علم و عمل حاصلِ طالع دادارِ کرم دادہ کرام الامرا را
مزمّلِ علاّمہ دعا کردہ اعادہ
در درگہِ اللہ سحرگاہ وسارا

(حسب فرمائش مسٹر ہملٹن صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ علی گڑھ
بتاریخ ۵ر جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

ہو القدیر

طرفہ تر جائیست بھیکم پورِ ما[1] (۵) نیست کس تا بہ کند ناسورِ ما
از بلائے تیرگیِ اختلاف شد سرِ مایہ سیہ کافورِ ما

(شب مابین ۳ و ۴ ستمبر سنہ ۳۳ء بھیکم پور)

ہو المستعان

رحم کن یارب بہ بھیکم پورِ ما (۶) فضل کن بر قریۂ رنجورِ ما
دور کن از ما نفاق و اختلاف صدقۂ جدّ و ابِ مغفورِ ما

(۴ر ستمبر سنہ ۳۳ء قبل دوپہر۔ بھیکم پور)

---

[1] مولد و مستقر ریاست نواب صاحب مرحوم مرتّب

بسم اللہ سبحانہ

[لہ] در رسیدِ زرِ رسیدہ نظمِ تابانِ شما (۷) شادماں گشتم ز شعرِ شکّر افشانِ شما
زر کہ در بابِ من ست البتّہ انعامِ خداست   ہدیۂ نظم ست بر حمّلِ احسانِ شما
(۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

حول و قوّت نیست کس را غیرِ ذاتِ کبریا (۸) با علوّ و عظمتِ او کارہا گردد روا
ایں عقیدہ پیش گیر و در عمل مردانہ کوش   ہمّت از مرداں بود امداد باشد از خدا
(شب ۱۸ و ۱۹ اگست ۱۹۳۳ء)

ب

شعر گفتن چیست؟ گویم با تو اے عالی جناب (۹) گنجِ پنہاں را عیاں کردن برائے احتساب
خونِ دل خوردن جگر کاویدن و جاں سوختن   چیدنِ گلہائے معنی در امیدِ انتخاب
(شب ۷ جولائی ۱۹۳۳ء)

شبِ ماہتاب ست و غافل بخواب (۱۰) نداند بہائے شبِ ماہتاب
شبِ ماہتاب اے کہ جانِ پدر   نباید کہ ضائع کنم جاں بخواب
(شب مابین یکم و ۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

لہ شاعرے و سیدے و سجّادہ نشینے رافی ساعۃ العسرۃ دست گرفتہ بودند   مرتّب

(۱۱)

سالِ نو یادا مبارک با طرب — بر عبید اللہ خاں از فضلِ رب
ایں رباعی را مزمّل عرض کرد — فی البدیہہ با خلوص و با ادب

(بجواب مبارک باد سالِ نو ایں رباعی[1] گفتہ بخدمت کنور محمد عبید اللہ
خاں صاحب رئیس دھرم پور ضلع بلند شہر ارسال کردہ شد۔ ۵ جنوری
سنہ ۱۹۰۸ء یوم یک شنبہ بمقام بھیکم پور وقت ۹½ نہ و نیم ساعت صبح نوشتم)

(۱۲)

مزمّل رحمتِ حق بے حساب ست — کسے را کے مجالِ احتساب ست ق
بجائے چار بارش پنج مہ شد — ہمہ روئے زمیں دریائے آب ست

(سہ پہر ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء اثنائے راہِ دادوں)

(۱۳)

خیّام بگوید کہ جہاں جملہ سراب ست — سرمایۂ گیتی ہمہ عیش ست و شراب ست
من نیز جہاں را گزراں دانم و لاشے — در مشربِ من حاصلِ آں کارِ خواب ست

(شب مابین ۲۰ و ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۴)

بر[2] زمینداران یوپی۔ عرصہ تنگ افتادہ است — نا خدا بیچارہ در کامِ نہنگ افتادہ است
نیست چوں سرکار را اصلا سروکارے زما — کاشتکار اغوا شدہ از ما بجنگ افتادہ است

(بہ اثنائے سفر الہ آباد۔ در ریل ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

---

[1] مراد از چار مصرعۂ قطعہ۔ مرتب [2] اشارہ بمعاملات فی مابین حکومت کانگریسی و طبقۂ زمینداران مرتب

بسم اللہ تعالیٰ شانہ

[illegible]

درمیانِ مذہب و سائنس جنگ افتادہ است (۱۵) بر گروہِ حق پرستاں عرصہ تنگ افتادہ است
دورِ تیر و نیزہ و شمشیر و خنجر در گذشت حالیا ہنگامہ با توپ و تفنگ افتادہ است
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

طرفہ شغلِ شاعرم اختیار افتادہ است (۱۶) کارہا بسیار و دل در انتشار افتادہ است
شب تخیلہائے مضموں روزہا موزوں کنم جانِ مزمّل رہینِ خلفشار افتادہ است
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

ضیاء الدین احمد ڈاکٹر در علمِ اعداد ست (۱۷) ضیاءِ دین و دانش از برائے او خداداد ست
بہر کس داد می بخشد ز ہر یک داد می گیرد فقط بر بندہ مزمّل نہ بے مہرش[لہ] بیداد ست
(شب مابین ۸ و ۹ اکتوبر سنہ ۳۳ء)

مادیانے کہ ز لندن بجہاز آمدہ است (۱۸) دور و دم ہست کہ از راہ دراز آمدہ است
رنگ مشکی است چو گیسوے بتانِ طنّاز در تگاپو ہمہ رہ شعبدہ باز آمدہ است
(شب مابین ۲۰ و ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

[لہ] تلمیح لطیف و ملیح بقول من عزّ و جلّ "لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطٰن" (من اولہا الی آخرہا)
مرتب

ھوالقاھر فوق عبادہ

ہر مکینے را مکانے دیگرست (۱۹) ہر زبانے را بیانے دیگرست
حکمراں در ہند بسیار ند لیک ہالکم ہیلی[1] شانے دیگرست
(۱۱ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء در پنج دقیقہ موزوں کردم)

ہرگز گماں مدار کہ شیطاں قوی ترست (۲۰) منّاعِ خیر ہست و ز انساں قوی ترست
در جہدِ کارِ خیر بماں۔ وسوسہ گزار "دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی ترست" سمن

شاعری در موسم باراں خوش ست (۲۱) سیرِ جوئے[2] نیم با یاراں خوش ست
موسمِ سرما شد و خوں سرد گشت مشق باچوگان و اسواراں خوش ست
(شب مابین ۲۱ و ۲۲ نومبر سنہ ۳۳ء)

چیف جسٹس سر سلیماں[3] آنکہ فخرِ قومِ ماست (۲۲) بندہ را ممنون کرد و حاضریِّ من بجاست
حاضرم چوں مور در پیشِ سلیمانؑ نبی خواہ کُش یا دانہ دہ قربانِ تو۔ فرماں تراست
(باثنائے سفر الہ آباد در ریل ۴ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

---

[1] سر میلکام ہیلی (حال لارڈ ہیلی) سابق گورنر صوبۂ ہذا مرتب

[2] نیم ندی کہ بھیکم پور قدیم عین برلب آں واقع ست مرتب

[3] آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان نائٹ ایم اے، ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لا۔ سابق چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ، حال جج فیڈرل کورٹ انڈیا و وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مرتب

حبّ الوطن من الایمان

اگر وطن چمن ست از سیاستِ مدن ست (۲۳) وگرنہ مزبلہا جاے زاغ و ہم زغن ست
باتّفاق بکوش از براے خوبیِ ملک   کہ اتّفاق سبیلِ ترقّیِ وطن ست
(شب مابین ۳۰ ستمبر و یکم اکتوبر سنہ ۳۳ء)

(۲۴)
فضاے عالمِ خاکی ہمہ برباد و ویران ست   ہزاران فتنہا در دامنِ این زمان نہان ست
مشو نومید چون شرّے درین عالم پدید آید   "عسی ان تکرهوا شیئا لکم خیراً" بقرآن ست
(شب مابین ۳ و ۴ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

محمدؐ رحمة للعالمین ست (۲۵) سزاوارِ ہزاران آفرین ست
حدیثِ اوست شرحِ سرِّ عرفان   ہدایت نامهٔ دنیا و دین ست
(شب مابین ۱۹ و ۲۰ اگست سنہ ۳۳ء در وقفہ ہاے خواب و بیداری نوشتہ شد)

ہو اللّٰہ السّمیع العلیم

زبان یک مضغهٔ بے استخوان ست (۲۶) ولیکن زیرِ فرمانش جہان ست
بہ لا گفتن بلاہا بر سر آرد   بلیٰ گفتن براتِ عاشقان ست
(شب مابین ۲۰ و ۲۱ اگست سنہ ۳۳ء)

اللّٰہ باقی من کلّ فانی

ریاض الحسن آن امینِ ریاست[۱] (۲۷) کہ بد صاحبِ عقل و ہوش و فراست
[۲]"ظفر منزل" این قلعہ را نام کردہ   روانہ شدہ زین جہان سوے جنّت
(شب مابین ۲۳ و ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء)

---

[۱] ریاستِ خود   [۲] مادّهٔ تاریخ سنہ ۱۳۰۷ھ ہم دارد - مراد از قلعهٔ نو کہ باسمِ "نئی گڑھی" ہم موسوم ست
مرتّب

سنه ۱۹۲۷ء
در سالِ نوزده صد و بالاش بست و هفت (۲۸) این[له] خانهٔ خدا که به اتمام نقش بست
یارب قبول کن ز من این هدیهٔ حقیر   من قِبَلِ غریب گنهگار و بیکس ست
(شب مابین ۲۴ و ۲۵ ستمبر سنه ۱۹۳۳ء)

بعلم و فضلِ خود نازش ذمیم ست (۲۹) تفاخر بر همه دانی سقیم ست
مگر آگه شد از نصِّ قرآن   که فوقَ کُلِّ ذی علمٍ علیم ست
(۶ ستمبر سنه ۱۹۳۳ء)

مفتیِ شام که با جملهٔ شکوه و شان ست (۳۰) ای خوشا وقت که در خانهٔ من مهمان ست
شکوه‌ها از طرفِ مالکِ خودش هست بسی   بنده از غفلتِ یارانِ وطن حیران ست
(۱۰ اکتوبر سنه ۱۹۳۳ء)

حاصلِ دنیا فقط کارِ نکو ست (۳۱) کارِ نیکو مغز و باقی جمله پوست
مردِ صالح باش و از طالح گریز   از همه بگسل سوای ذاتِ دوست
(شبِ مابین ۲۹ و ۳۰ اگست ۳۳ء)

هوالعلی الحلیم
کشتی قوم در تلاطم هست (۳۲) اتفاق از میانِ ما گم هست
بر نفاق ست انحصارِ عمل   ای خدا جای صد ترحم هست
(۱۱ جون سنه ۱۹۳۳ء شب)

[له] مسجد قلعهٔ ظفر منزل

[illegible]

مسلم و اسراف ہر دو لازم و ملزوم ہست (۳۳) ہر کہ مسلم نیست اندرایں زمانہ شوم ہست
برکتِ اسراف بیں در خانۂ اعیانِ قوم خانہ ویران ست بر سقفش صدائے بوم ہست
(۸؍جولائی ۱۹۳۳ء)

قطعۂ تاریخِ باغِ دادوں

جنابِ اقدسِ احمد سعید خاں مرحوم (۳۴) چو روئے پاک ز چشمِ جہانیاں بہ نہفت
دلِ عزیز ابوبکر خاں بہ ماتمِ او ہمیشہ رنجہ بماند و بہ ہیچ گہ نہ شگفت
بہ یادگارِ پدر از سعادتِ ازلی "سعید باغ" نصب کرد و دُرِّ نیکی سفت
مزمّل از سرِ جودت برائے تاریخش
"بنامِ والدِ ماجد سعید باغ" بگفت

۱۳۲۹
۳ ج
۱۳۳۲ ھ

(۳۰؍جولائی ۱۹۱۸ء)

اے مزمّل ہیچ میدانی دلت دربندِ کیست (۳۵) جلوۂ بے حاصلِ معشوقۂ دنیات چیست
حیلہ و مکر و فریب و بے وفائی و نفاق بر چنیں محتالہ دل بستن کمالِ ابلہی ست
(شب مابین ۲۲؍و ۲۳ نومبر ۱۹۳۲ء)

عجب مدار چو شعرم ز عشق و بادہ تہی است (۳۶) نہ ذکرِ مطرب و ساقی نہ گل نہ سروِ سہی است
سخن درست بگویم اگر کنی باور گہے نہ بادہ کشیدم نہ عشق و بوالہوسی است
(شب مابین ۲۹ و ۳۰؍اکتوبر ۳۳ء)

[illegible]

منِ ملّا زخیر به فردِ تو نامم نیست (۳۷) اندیشه ات ز فرقِ حلال و حرام نیست
"لا تقنطوا" بیادم و بخشایدم خدا "در عفو لذتے ست که در انتقام نیست"
(۷ جون ۱۹۰۲ء در اثنائے راہ علی گڑھ)

ھو اللہ الولی
دوستانند که با تو ہمه شاں خنده لبی ست (۳۸) دشمناں را ہمه آزردگی بے سببی ست
تو بشغلِ عملِ خویش بمان و خوش باش ایں ہمه دوستی و دشمنی حرماں طلبی ست
(شب مابین ۹ و ۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء و بقیه بوقت صبح ۱۰ ستمبر)

اے آنکه بجز ذاتِ تو فریاد رسے نیست (۳۹) غیر از تو مرا در دو جہاں دادرسے نیست
بکشائے درِ رحمتِ خود بر منِ مسکیں جز حجّ و زیارت بدلِ من ہوسے نیست
(شب مابین ۷ و ۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

مولوی گر بد کند ہم مولوی است (۴۰) من اگر نیکی کنم عینِ بدی است
درسِ قرآں خوانم و درسِ حدیث مدعی گوید که ایں ہم جاہلی است
(شب یکم اگست ۱۹۳۳ء)

الغیاث از بارِ عصیاں الغیاث (۴۱) الغیاث از جہل و نسیاں الغیاث
المدد اے مالک الملک المدد الغیاث اللہ رحمٰن الغیاث ف
(شب مابین ۸ و ۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ج

(۴۲)
رواج ہست کہ بر ہر سرے کہ باشد تاج   بہر طریق کہ آساں بود بگیرد باج
بہ ہند طرزِ نوی در خیالہا باشد   نہ تاج باشد و نے باج در کفِ سوراج[1]
(شب مابین ۲۲ و ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

سکھم

۱۹۳۵ء
(۴۳)
بسالِ نوزدہ صد سی و ہم پنج   شدم فارغ ز افکارِ غم و رنج
مشرّف گشتم از حج و زیارت   ربودم از سعادت گنج در گنج

ح

(۴۴)
ز خوابگاہ چو خورشید بر دمد بہ صباح   صلا دہد کہ بود خونِ بے گناہ مباح
چو سر بہ تکیۂ خواب آورد بوقتِ غروب   بہ "شہرِ عاشق" شب می دہد بظلم صلاح
(شب مابین ۴ و ۵ نومبر ۱۹۳۳ء)

(۴۵)
خطبۂ صدرِ عبیدی[2] کہ بیانیست فصیح   بہ عبارات و بلیغ و بہ اشاراتِ ملیح
پندہائے کہ درو بہرِ مسلمانان ست   جانِ تعلیم و عمل راست چو اعجازِ مسیح
(شام و شب ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

د

(۴۶)
در الہ آباد کہ آباد باد   حضرتِ سپرو[3] بکمالِ وداد
گفت کہ آئیم بحضورش ضرور   چائے خوریم غم نخوریم از فساد
(باثنائے سفر الہ آباد در ریل ۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

[1] اشارہ فصیح و صریح بتدلیس و تلبیس کانگریس۔ مرتب

[2] مولانا عبیداللہ سندھی عالم مشہور۔ مذہب سکھ را ترک گفتہ در آغوشِ اسلام آمدہ۔ بخوفِ حکومتِ انگلیسی در ۱۹۱۵ء از ہند بیروں رفت و در اواسط ۱۹۳۸ء باجازتِ حکومت کانگریسی واپس آمد و در کلکتہ صدرِ "جمعیت علمائے ہند" شد و خطبۂ سیاسی داد۔ مرتب

[3] ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو مقنن و ادیب سیاسی شہیر، وطنش در الہ آباد و اصلش از کشمیر۔ اہل ملک را بلا تفریق ظہیر و نصیر خصوصاً در معاملات ریاست و عدالت نواب صاحب مرحوم را مشیر باتدبیر۔ مرتب

بسمہ تعالیٰ شانہ

چہ نسبت ست بہ اقبالؔ بندۂ ناشاد (۴۷) بغیر این کہ بود داغ ہر دو را استاد
دگر ہمین کہ ز درد و غمِ تباہیِ قوم یک از لہور و یک از کول می کند فریاد
لاہور ۱ علی گڑھ ۲
(شب مابین ۳ و ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

دلم ہر لحظہ بر جانم ز ہر سو انتشار آرد (۴۸) بکارِ دیگران مصروفیش صد خلفشار آرد
ہزاران بار گفتم صد ہزاران بار می گویم کہ اے شوریدہ سر این قصہ رنج بیشمار آرد
(شب مابین ۲۵ و ۲۶ نومبر ۳۳ء)

ھوالعلیم

شاعرک طرفہ ماجرا دارد (۴۹) گہ بیک لحظہ شعرہا آرد
گہ پئے مصرعے و قافیئے مدّتے سر ز فکر می خارد
(شب مابین ۲۴ و ۲۵ ستمبر ۱۹۳۳ء)

یارِ ما طرفہ خصلتے دارد (۵۰) مخلصِ خویش را بیازارد
ہر کہ پروائے او ندارد ہیچ پیشِ او لابہا ہمی آرد
(۲۳ جولائی ۱۹۳۳ء)

سنجرؔ آہنگِ الامان دارد (۵۱) گلہ از جورِ آسمان دارد
اے مزمّل بہ دادِ آدمی رس قولِ مردانِ دہر جان دارد
(۴ جون ۱۹۰۱ء ساعت دہ و نیم شب)

(۵۲)

سخن ہا ہست در عالم کہ بر خاطر گراں باشد ہزاراں فتنہ در دنیاست کز آں خوفِ جاں باشد
مشو دل تنگ از شرّ و شرارت ہائے ایں دنیا خدا شرّے برانگیزد کہ خیرِ ما دراں باشد

(شب مابین ۳ و ۴ ر اکتوبر ۳۳ء)

(۵۳)

دلِ من ہیچ نداند کہ چہ آساں باشد گاہ حیراں بود و گاہ پریشاں باشد
ہیچ از من نپزیرد۔ نہ کند گوش بمن پس مزمّل صلح از من بچہ عنواں باشد

سخن

(شب مابین ۳ و ۴ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۵۴)

نوازش ہائے سپرو[1] بہرِ خرد و کلاں باشد بسانِ ابر فیضانش بکشت و بوستاں باشد
دو سہ روز ست تا شد و لیبرلے ہند مہمانش ببیں امروز مزمّل غریبے میہماں باشد

(بہ اثنائے سفر الہ آباد در ریل ۱۴ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۵۵)

پیچرِ ما کہ ڈاکٹر باشد نام رنجیت باظفر باشد
حکم فرمود تا شوم حاضر آرڈر ہست و کے مفر باشد

(الہ آباد۔ شب مابین ۱۴ و ۱۵ ر اکتوبر ۳۳ء)

(۵۶)

دریں دنیا بغیر از غم نباشد گر بسیار باشد کم نباشد
زخاکِ افتادگاں گردے نشویند بخوں غلطیدگاں ماتم نباشد

رویند

(۱۲ ر نومبر ۱۹۰۲ء بمقام بھیکم پور بہ چند دقیقہ وقت سے پہر درست کردہ شد)

---

[1] نیز ملاحظہ باشد شمارہ ۴۶ مرتّب

هُوَ الْبَاقِی

هستیِ دهر مپندار که یکساں آمد (۵۷) شادی و غم ضرر و نفع بهر آں آمد
صبح هر روز به سامانِ دگر جلوه کند "کل یوم هو فی شان" به قرآں آمد

(۵ ستمبر سنه ۱۹۳۳ء)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

خدائے ما احدست و خدائے ماست صمد (۵۸) نه هیچ کس بودش والد و نه هیچ ولد
نه رشته اش به کسے و نه کفوِ اوست کسے نه از کسے بودش احتیاجِ نصر و مدد

(متعلق مضمون رساله معارف گفته شد) (۱۷ و ۱۸ اگست سنه ۱۹۳۳ء)

طفلاں به ریشِ پیر نمایند ریش خند (۵۹) غافل ازیں که ایں همه طفلی ست تا بچند
گردانِ گیتی برگردانِ سال خورد از شوخی آورند به اُمیدِ قید و بند

(خطاب بجواب جناب حافظ محمد علی اکبر خاں صاحب حسن پوری
المتخلص به رہین لبیرا) (۲۷ جون سنه ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن (در رساله دقیقه))

خداوندانِ یونیورسٹی آخر اماں دادند (۶۰) بمرد پنج و چل سالم نویدِ شایگاں دادند
چو کردم خویش را از کارِ وائس چانسلری ڈسمس بمن از ڈگریِ ایل ایل ڈی نام و نشاں دادند

(شب مابین ۲۳ و ۲۴ نومبر سنه ۳۳ء)

مرا بغیرِ طلب هوم ممبری دادند (۶۱) بکمترین جهاں اوجِ برتری دادند
ز قدردانیِ سر مالکم جزائے عمل نواب بودم و حالا بهادری دادند

(بوقت صبح گورنمنٹ هاؤس اله آباد - ۱۰ نومبر سنه ۱۹۳۳ء
به عهد گورنری سر نواب صاحب چهتاری)

هو العلی العلیم

دوستاں کینہ ورزیدند خرد باختہ اند (۶۲) بہرِ آزردنِ من انجمنے ساختہ اند
دوستی ہست بہ پیدا و بہ پنہاں خفگی   تیغِ بیداد و جفا بر سرِ من آختہ اند
(۳ و ۴ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

سنہ ۱۹۱۰ء
بہ سالِ یکہزار و نہ صد و دہ (۶۳) بہ نوّابی مرا ممتاز کردند
مزمّل گفت در تحسینِ ایں کار   درِ انصاف بر ما باز کردند
(بر بسترِ خواب شب مابین یازدہ و دوازدہ - بمقام بھیکم پور -
بتاریخ ۱۲ جون سنہ ۱۹۲۴ء گفتہ شد)

اگر تو سست و ضعیفی دلت فگار کنند (۶۴) وگر تو چست و قوی از تو اعتذار کنند
ز گاو شیر بدوزند و رم ز شیر کنند   گہے ز ہیچ کنند و حذر ز خار کنند
(شب مابین یکم و ۲ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

صحت و دولت گرت حاصل بود (۶۵) عقلِ استعمالِ ایں کامل بود
بہرہ ہا یابی ز آرام و خوشی   بہرِ یاراں فیضِ تو شامل بود
(شب مابین ۲۰ و ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

بادیہ پیمائے غربت بادہ پیمائی چہ سود (۶۶) مُردہ کے مردی کند گر کے شنید آوازِ عود
بے عمل ہرگز نیابد دولتِ دنیا و دیں   در عمل می کوش مزمّل پئے مقصود بود
(۹ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۶۷)

حسد عذابِ الیم ست و غصہ بے سود　　حسود رنج کند شکر می کند محسود
مکن ستیزہ ز تقدیر و حکمِ ربِّ قدیر　　بدستِ تو نہ دہند اختیارِ بود و نبود
(۲؍اگست ۱۹۳۳ء)

۱۹۲۵ء
(۶۸)

بسالِ بست و پنج و نوزدہ صد　　شدہ اتمام این قصرِ مشیّد
مُزمل منزلش موسوم کردم　　بہ یک گوشہ شدہ تعمیرِ معبد (مسجد)
(کوٹھی علی گڑھ ۲۳؍ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۶۹)

ز ما شوریدگاں شیون نیاید　　کہ جوے آب از گلخن نیاید
اگر سوزانیم خاموش سوزیم　　کہ دود و شعلہ از آہن نیاید
(۱۸؍نومبر ۱۹۰۲ء مقام بھیکم پور بعد مغرب در جلسۂ احباب بہ دو دقیقہ فی البدیہہ گفتہ
و قلم برداشتہ نوشتہ شد)

(۷۰)

دوش از دوست بمن شکوہ و پیغام رسید　　کز توام عہدِ وفا ناقص و ناکام رسید
گفتم از شکوہ چہ حاصل چو بہ قربانِ توام　　گفت از لابہ چہ سود ست چو انجام رسید
(از یکم تا پنجم مئی ۱۹۲۲ء برائے آغا محمد اصفہانی تاجر نیل کلکتہ بجواب شکایت افزائے ایشاں گفتہ)

قطعۂ تاریخی

۱۹۲۴ء
(۷۱)

خطابِ تازہ کے سی آئی ای چون بکار آمد　　بہ سال یک ہزار و نہ صد و بست و چہار آمد
عطائے جارج پنجم امپراطورِ معظّم را　　متاعِ جانِ مزمّل بہ صدقِ دل نثار آمد
(بتاریخ ۵ جون ۱۹۲۴ء)

(۷۲)

خطابِ تازہ "نوّاب بہادر" چو رسید زدوستانِ من آمد پیامہاے نوید
بہ سنِ نوزدہ صدسی وسہ (سنہ ۱۹۳۳ء) زسالِ مسیح زپیشگاہِ حکومت رسید لطفِ مزید

قطعۂ تاریخ باغ دادوں

پدر شجاع و خردمند و عابد و زاہد (۷۳) پسر خلیق و لئیق و سخی و نیک و رشید
پدر محمد احمد سعید خاں مرحوم پسر محمد ابوبکر خان جوانِ فرید
پدر بہ رحمتِ پروردگار شد واصل پسر زفضلِ خدا رونقِ قریب و بعید
پسر بنامِ پدر از سعادتِ ازلی "سعید باغ" نصب کرد خوب و نغز و جدید

مزمّل از سرِ جودت براے تاریخش
بگفت در سنہ ہجری وقوعِ باغِ سعید

۱۳۲۹
۳=ج
۱۳۳۲ھ

(۳۰ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء)

ھوالعزیز

بماہِ جون سنِ یک ہزار و نہ صد و چار (سنہ ۱۹۰۴ء) (۷۴) خطابِ "خان بہادر" عطا شد از سرکار
بود مبارک و میموں بہ قومِ شروانی کہ تا بحال زبایاں کسے نہ کرد ایں کار

(۳۰ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۷۵)
دوش واعظ رفت بر منبر بشانِ افتخار گفتنی ہا گفت تلخ و ترش و تند و جاں فگار
منعِ من فرمود از دعواے عشقِ مصطفیٰ چیست مزمّل بگو زیں پس ما تدبیر کار

(۹ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

[illegible] محمد ابراہیم

دوستاں [illegible] بی اے ظفرشاد

---

[1] نیز ملاحظہ باشد شمارہ (۹۰) مرتّب

بدشتِ نارتھ تھیری جفتِ[1] گلار   (۷۶) بیک ساعت شدہ از مرگ دو چار
مہارانیِ سنگھائی بالطاف   ضیافت کرد با تکریم بسیار
(۶ ستمبر ۱۹۳۳ء)

رفتم برائے صید بہ پامنِ کوہسار   (۷۷) یک شیر نر بہ لال کنواں[2] کردہ شد شکار
گلدار نیز سہ چو ہلاکِ تفنگ شد   واپس شدم بخانہ ثناخوانِ کردگار
(۹ ستمبر ۱۹۳۳ء)

باسمہ تعالیٰ شانہ

آمدیم از بہرِ تبدیلِ ہوا در کوہسار[3]   (۷۸) یک جہاں دیدیم پُر از صنعتِ پروردگار
پشتہ ہا بر پشتہ ہا استادہ از سنگِ سطبر   ہمچو عزمِ شہریارِ ما متین و استوار
سبزہ ہا بر سبزہ ہا روئیدہ بر اندامِ کوہ   چشمہ ہا از چشمہ ہا جاری بسوئے جویبار
سنگ ہائے رنگ رنگ افتادہ در دامانِ کوہ   تودہ ہا بر تودہ ہا بین و قطار اندر قطار
تختہ ہا بر تختہ ہا روئیدہ گلہائے عجیب   ہر یکے خنداں لبانِ ماہ روئے گلعذار
در بیانِ لطفِ تالابش زبانم قاصر ست   کز صفائش تختۂ بلور باشد شرمسار
سطحِ آبِ نیلگونش ہمچو سقفِ آسماں   زورقِ سیمیں درو ہمچوں ہلالِ آبدار
لعبتِ افرنج در کشتی بر آبِ نیل گوں   مشتری گویا بہ کشتیِ ہلال آمد سوار
حالِ اشجارِ سرِ کہسار چوں گوید کسے   سربلند و بے نظیر و بے مثال و بے شمار
آبِ آں آبِ حیات ست و ہوائش جاں فزا   منظر او تازگی بخشِ نگاہ و جانِ زار

---

[1] علاقہ کوہستانی در سلسلۂ کوہ ہمالیہ متصل سرحدِ تبت مرتب [2] و [3] نینی تال ۱۲

میوہ ہائے او لطیف و چاشنی دار و حسیں
نازک و خوش بو و خوش صورت لذیذ و خوش گوار
از زمینِ او چہ گویم آسمانِ رفعت ست
خاکِ آں را نامیہ شد چاکر و خدمت گزار
خاکِ تخمِ سوختہ گر افگنی بالائے آں
اندکے آید کہ تا بالد درختِ شاندار
آفریں بر ساکنانش صد ہزاراں آفریں
ہر یکے مہماں نواز و نیک خو و نامدار
فی المثل گر کوہِ نینی تال ملکِ جنّت ست
بیگماں حور و ملائک ساکنانش را شمار
سوختہ جان و پریشاں و از اینجا آمدم
از ہجومِ کارِ خویش و فکرِ کالج زیر بار
آنریبل برن و لیڈی برن خاتونِ گزیں
مہر پرور، مہر گستر، مہربان و مہربار
از عنایت ہائے بے پایاں مرا بنواختند
بندہ ام ممنون ایشان و محبّ و جاں نثار
لارڈ مسٹن[1] حاکمِ ذی ہوش و راد و نامور
لطفہا فرمود بر من بیکران و بے شمار
اندریں حالت فقط آسودہ بودم پنج روز
ناگہاں[2] آمد خیالِ کار و افکارِ ہزار
از پلنگ بر جستم و ناگہ ز جا بر خاستم
[3] واز فرازِ کوہ بس دیوانہ وش کردم فرار
آمدم چوں در علی گڑھ خستہ و تفتہ چہ پا
سر بزانوئے تفکّر بود جاں در خلفشار

کالج و مزمّل و مزمّل و افکارِ قوم
طول اللیلی مغشی طول التجلی الیہا

[3] جائے ایں مصرعہ خالی بود۔ منِ ہیچمداں پُر کردہ ام
مرتب

(۱۶؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] زمان ایں سیر موسم گرما در سالے مابین ۱۹۱۰-۱۴ء باشد کہ سر جیمس مسٹن (حال لارڈ مسٹن) ہم دراں زماں حاکم (لفٹنٹ گورنر) ایں صوبجات بود مرتّب

[2] نوّاب صاحب مرحوم از کار و بار مستقر خود دور ماندن ہیچ گاہ پسند نمی فرمود۔ و تمامی راحت و آسائش خود در مصروفی و کار ہائے خود می دانست۔ نیز آب و ہوائے سرد با مزاج او نمی ساخت مرتب

ای که شانِ عزّ و رفعت از کمالت آشکار (۸۹) نثرِ تو مرغوب و نظمت خوب و قولت با وقار
آنچه بنوشتی به من در بارهٔ القابِ خود بنده را هرگز نباشد در قبولش اعتذار
لیک حیرانم چه گویم تا بود شایانِ تو نیز دهقانانِ اینجا را نباشد زو فرار
نامِ تو خوانیم یا فرخنده ات گوئیم اگر این نباشد خالی از تصغیرِ محض و احتقار
حضرت ار خوانیم آری تو سزاواری مگر بر رواج و بر قبول او ندارم اختیار
الغرض هستم بفکرِ اینکه تا پیدا کنم یک خطابِ نغز و خوب و دل پسند و خوش گوار
و آنچه بنوشتی به من در بابِ اکل و شربِ خود انتظامش هیچ مشکل نیست بر من زینهار
در دو سه روزِ دگر بنویسمت تفصیلِ حال تا چگونه بوده باشی فارغ از این اضطرار
خشک مشکل گر شماری تر از آن آسان ترست می توانم کرد در این باب هم قول و قرار

گر جوابِ نامه خواهی هیچ تعجیلی مکن
وقتِ من محدود و کارِ من بهر ساعت هزار

هوالمعزّ

۱۸۹۷ء

[1] ز سالِ هیزده صد هم نود هفت شمار (۹۰) مجسٹریٹ به اعزاز گشتم از سرکار
به هفت سالِ دگر درجهٔ دوم دادند ز سالِ هفت دگر رتبهٔ اوّل ست بکار

(شب مابین ۳۱ر اکتوبر و یکم نومبر سنه ۱۹۳۳ء)

هوالغفور الرحیم

ن۱

هر چند گنه گارم و ناشکر و خطا وار (۹۱) رزّاق دهد رزق و کند رحمتِ بسیار
با دوست وفادارم و فرمان پذیرم یک ره بغلط هم نکند شفقت و ایثار نا

لیکن به مزمّل نه کند شفقت و ایثار

---

[1] نیز ملاحظه باشد شماره ۱۰۰ مرتب

بعہدِ حضرتِ جی ایچ ہریسن (۹۲) کہ بود اندر علی گڑھ او کلکٹر
رئیسانِ ضلع (ہندو و مسلم) بنا کردند ایں فرخندہ ٹاور[1]
"ہریسن ٹاورش" موسوم کردند ز راہِ شکر از اخلاص بے مرّ
پس از مرگش برائے یادگارش نصب کردند ایں لوحِ منوّر
بروح ہیریسن بخشد خداوند
تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

برشاہ راہ دادون چو حافظِ مظفر[2] (۹۳) کردہ بنائے چاہ و باغِ لطیف منظر
تاریخ فی البدیہہ مزمّلِ سخندان گفتہ بہ سالِ ہجری باغیچۂ منوّر
۱۳۱۶ھ

(منور نام برادر حافظ مظفر ست۔ بمقام بھیکم پور قلعہ جدید ۱۵ اپریل ۱۹۰۸ء بساعت چہار بعد نیمروز)

ز دوستاں ہمہ دورم ز دشمناں محصور (۹۴) دلم ز آتشِ فرقت کباب و تن رنجور
یکے تسلّیِ خاطر بود کہ خالقِ من سمیع ہست و بصیر و نیست از من دور
(شب مابین ۲۴ و ۲۵ ستمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] منارۃ الساعۃ (کلاک ٹاور) کہ در ۱۸۹۳ء پیش عدالت ججی باہتمام خاص محمد عبد الجلیل خاں صاحب مرحوم رئیس بھیکم پور باتمام رسید و باسم "ہریسن ٹاور" موسوم گشت۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم می فرمودند کہ ایشاں ٹاورے بایں خوبی و موزونی ہیچ جا (حتیٰ در شہرہائے برطانیہ) ندیدہ بودند۔ و من بندہ ہم در بلدے از بلاد ہند ایں چنیں ندیدہ ام مرتب

[2] مردے خوب و مرغوب از متوسلان ریاست بھیکم پور قدیم مرتب

هوالوالی

چو زیرکی ۔ ز غرض مند دوستی کم گیر (۹۵) ز بے غرض اگرت ممکن ست ۔ محکم گیر
ز سفله هیچ نیابی فلاح و بهبودی   ز قطره هیچ نه خیزد ۔ قرابه از یم گیر
(شب مابین ۱۹ و ۲۰ ستمبر ۱۹۳۳ء)

نگاه دار خدایا مرا تو از غمّاز (۹۶) بهر کجا که رود فتنه ها کند آغاز   ز
نعوذ بالله ازین دشمنانِ دوست نما   ز مکر می برند از دوستان بدشمن راز
(شب مابین ۲۷، ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

دلا همیشه به اصلاحِ حالِ خود پرداز (۹۷) ستیزه با ستمِ دشمناں مکن آغاز
بہ خُلق و رفق و مدارات زی بدشمن و دوست   "زمانه با تو نسازد تو با زمانه بساز"
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

سخنے گویمت بصیغهٔ راز (۹۸) مکن از حدِّ خود بروں پرواز
ورنه گویم بطورِ استهزا   "دست کوتاه و آستین دراز"   بطرز
(شب مابین ۲۲ و ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۹۹)
پیر گشتی مگرت حرص جوان ست هنوز   دلِ تو در پئے آمال دوان ست هنوز   [illegible]
یکدے و ساعت چو من اندیشهٔ فردا مکن   فرصتت باد که در جسمِ تو جان ست هنوز
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۰)

سنہ ۱۸۹۷ء

س

زسالِ ہیزدہ صد[1] ہفت و ہم نود شناس — مرا ز عہدہ مجسٹریٹی دادہ اند اساس
بہ ہفت سالِ دگر درجۂ دوم و پیش — بہ ہفت سالِ دگر تا حیات فرسٹ کلاس

(ترمیم رباعی سابقہ در بارہ اختیارات آنریری مجسٹریٹی بوقت واپسی از الہ آباد

در ریل۔ بتاریخ ۱ار نومبر سنہ ۱۹۳۳ء موزوں شد)

ھوالمعظم

(۱۰۰) سر گزشتِ عاشقِ مسکیں مپرس — پیچ و تابِ کاکلِ مشکیں مپرس
دست سوئے او کنم۔ نیشم زند — غصّۂ ایں افعیِ بے دیں مپرس

(شب مابین ۲۲ و ۲۳ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۰۱)

اے عزیز از دل بروں کن مایۂ حرص و ہوس — قوت کز محنت فراہم کردہ بہرِ تو بس
از قناعت عزّتِ دنیا و دیں حاصل بکن — پندِ مزمّل شنو۔ رسوا مشو ہمچوں مگس

(۱۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۰۲)

ش

سلیماں[2] آنکہ در دنیا ست شورِ کلکِ پر زورش — نگاہِ لطف یکساں ست بر بینا و بر کورش
تعجّب ہا مکن گر با مزمّل لطفہا دارد — "سلیماں با ہمہ حشمت نظرہا بود با مورش"

(بوقت علی الصباح ۱۵ر اکتوبر سنہ ۳۳ء بمقام الہ آباد)

---

[1] نیز ملاحظہ باشد شمارہ ۹۰ — مرتب

[2] آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم اے (کنٹب)، ایل ایل ڈی، بیرسٹر ایٹ لا، سابق چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ، حال جج فیڈرل کورٹ انڈیا، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ — مرتب

(۱۰۳)

صفائے قلب گزین و گزر ز نخوتِ خویش   زنیش کبر و تبختر مساز دل ہا ریش
بعلم و فضل تفاخر مکن کہ روزِ جزا   بہ یک پشیز نیرزد غرور و مذہب و کیش

(۳؍ اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۰۴)

نازاں مشو بہ کثرتِ احباب و جمعِ خویش   دل ہائے زارِ خستہ دلاں را مساز ریش
بگزار افتخار و مباہاتِ علم و فضل   پیشِ خدائے ہیچ نیرزد غرورِ کیش

ص

(۱۰۵)

ز دوستانست مرا آرزو رہِ اخلاص   کہ دشمناں بہ دغل می کنند قصدِ قصاص
دریں زمانہ ز انصاف نیست کس آگاہ   نہ از گروہِ عوام و نہ از گروہِ خواص

(شب مابین ۲۲ و ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۶)

اگر ز مشکلِ ایام قصدِ تست خلاص   بنائے کار بکن استوار از اخلاص
خلوص چیزِ دگر ہست و حیلہ چیزِ دگر   کہ اشرفی نتواں ساخت از حدید و رصاص

(شب مابین ۱۱ و ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ض

(۱۰۷)

دل ار سیاہ چو قیرست و موے راست بیاض   چہ حاصل ست بہ دیوانگاں ز سیرِ ریاض
گنہ گزار و دل از یادِ حق منور کن   کہ ہست در دو جہاں قدرِ عابد و مرتاض

(شب مابین ۲۵ و ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۸)

غ

زبانِ خود مکن آلودہ از کلامِ دروغ　　دروغ گوے نیابد بہ ہیچ گاہ فروغ
ز مکر تیرگیِ کذب گر سفید کنی　　بجاے شیر کسے کے خرد پیالۂ دوغ

(سہ پہر ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۹)

ف

زمانہ طرزِ نوی بست و شد براہِ خلاف　　نہ مذہب و نہ ادب شرم و نے وفا و عفاف
لباس نیم برہنہ بروت و ریشے صاف　　نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ جملہ معاف

(دوپہر ۲؍ دسمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۱۰)

ق

فراقِ یار چو زہرست و نیستش تریاق　　نہایتش مرضِ دق و ابتداش مراق
ز کار آخر او ہست لفتِ[۱] ساق بساق　　بحکمِ آیۂ قرآں ست سوے رب مساق

(بہ اثناے راہ بھیکم پور بوقت واپسی الہ آباد در موٹر و برخی
بوقت شب مابین ۱۷ و ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۱۱)

اکثرے اعمالِ ما از نہی و امر　　ہست بر حسبِ رواج و شرمِ خلق
خالصاً للہ کم کارے کنیم　　اندرہِ مکر و دغا پوشیم دلق

(بوقت افطار - ۲۹؍ دسمبر ۳۳ء)

(۱۱۲)

ایزد

ک

اے مظہرِ شانِ خالقِ پاک　　چنداں کہ سزاست "ما عرفناک"
در شانِ تو آمدہ حدیثِ قدسی　　"لولاک لما خلقت الافلاک"

(۱۹؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

[۱] اشارہ بآیۂ کریمہ "والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ المساق" مرتب

دلیر باش و ز جورِ عدو مشو غمناک (۱۱۳) ز تندبادِ حوادث پُرَد خس و خاشاک
هزار حیله کند دشمن از سیه بختی "ترا حساب چه پاک ست ز احتساب چه پاک"
(در سفر ریل به اثنائے واپسی الٰه آباد - ۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(قطعه بتقریب عید الضحیٰ بجواب عید کارڈ مرسله نواب حافظ محمد احمد سعید خاں صاحب چھتاری)

جشنِ عید البقر مبارک (۱۱۴) قربانی شیرِ نر مبارک
مزّمّلِ اوفتاده رنجور گوید - سفر و حضر مبارک
(۵ر مارچ ۱۹۳۶ء مطابق ۱۰ر ذی الحجه ۱۳۵۴ھ)

چو دوست با تو مخاطب شود بگو لبّیک (۱۱۵) ز خصم نیز مکن بخل از سلامٌ علیک
بقدرِ خلقِ تو در خلق قدرِ تو باشد مزمّل از تو کند عرض و اختیار لدیک
(اثنائے راه بھیکم پور بوقت واپسی الٰه آباد - ۱۷ر اکتوبر ۳۳ء)

ز تندبادِ حوادث دلا مشو دل تنگ (۱۱۶) زمانه گه به سرِ صلح هست و گاه بجنگ
بجائے خویش بجاں استوار رہ باتمکیں ز بادِ تند زیاں کے رسد به پشتۂ سنگ
(شب مابین ۱۷ و ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۱۷)
مباش در طلبِ جاه و در خیالِ محال خیالِ بیهده پختن بجانِ تست وبال
ز فکرِ ماضی و مستقبل ست دل پر خول بحالِ خویش قناعت کن و ز غصّه منال
(در شب مابین ۲۰ و ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء در پنج دقیقه موزوں کرده شد)

(۱۱۸)

ہر روز و شب ز عمرِ تو سازند ماہ و سال   ہر روز روزِ غم بود و شب شبِ ملال
گاہے اگر بہ عیش رسی شادمان مشو   ہر لحظہ چون ز عادتِ دنیاست اختلال

(شب مابین ۲۴ و ۲۵ ر نومبر ۱۹۳۳ء)

(۱۱۹)

کتابِ خوب و مرغوب ار بدست آید ترا اے دل   برائے خواندنش فرصت و آسائش بود حاصل
غنیمت دان چو این نعمت ترا ایزد عطا کردہ   مزمّل خوش نشین و علم را دان حلِّ ہر مشکل

(شب مابین ۲۱ و ۲۲ ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۲۰)

شایب

نصیحتے کنمت گر رسد بہ سمعِ قبول   حذر کن از سخنِ واہیات و نامعقول
زبان کلیدِ درِ گنجِ صدق و اخلاص است   ہزار حیف کہ مصرف بود کلامِ فضول

(〃)

ہوالعلیم الخبیر

وفائے عہد کن و بگذر از کلامِ فضول   مکن بہانۂ بے کار و حیلۂ مجہول
بترس از غضبِ کبریا و خیرہ مشو   وفائے عہد بہ پیشِ خدا بود مسئول

(شب مابین ۳۰ و ۳۱ ر اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۲۱)

م

گرچہ من پیر و نحیف و ناتوان و خستہ ام   دل نشین باشد و لے ہر مصرعۂ برجستہ ام
فیض یابم از دبستانِ کمالِ سنجری   ہست افسون در کلامِ شستہ و شایستہ ام

(۱۹۳۳ء)

اسپِ امیر نام سبک گام و خوش خرام (۱۲۲) در عرصۂ مسابقہ کالبرق فی الظلام
در زیرِ رانِ بندہ بمیدانِ ترک و تاز سبقت برد برہمہ اسپانِ تیز گام
(شب مابین ۱۶ و ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء)

امشب بخواب در حرمِ کعبہ بودہ ام (۱۲۳) بر آستانہ ناصیۂ عجز سودہ ام
جانم فدائے لذّتِ ایں خوابِ خوش گوار مزّمّل ایں چہ گوے سعادت ربودہ ام
(۵ و ۶ اگست ۱۹۳۳ء)

(دیگر)

در خواب حج کردہ ام و کعبہ دیدہ ام (۱۲۴) در دامنِ مراد گلِ شوق چیدہ ام
یا رب چنیں بکن بطفیلِ حبیبِ خویش بیدار بینم آنچہ کہ در خواب دیدہ ام
(شب مابین ۵ و ۶ اگست ۱۹۳۳ء)

آہوئے شاخ دار کہ چیتل بود بنام (۱۲۵) بسیار خوب صورت و خوش وضع و خوش خرام
در کوہسار کالا ڈونگی[1] شکار شد واپس شدم بہ لکھنؤ فرحان و شادکام

تا جواں بودم ہوائے عشقِ جاناں داشتم (۱۲۶) جانِ مضطر۔ دل چو اخگر۔ سینۂ بریاں داشتم
حالیا پیرم۔ ز پیراں بوالہوس بودن بدست دل ز عشق و عاشقی بر داشتم بر داشتم
(شب مابین ۲۱ و ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] از مضافات کوہ نینی تال۔ مرتب

(۱۲۷)

شبے بخواب یکے طرفہ ماجرا دیدم   سفید ریش بزرگے چو پارسا دیدم
بمن بگفت کہ خیّامم اے مزمّلِ محو   دعا رساں بہ سلیمان[1] کز و وفا دیدم

(شب مابین ۱۸ و ۱۹ ؍ دسمبر ۱۹۲۳ء)

(۱۲۸)

دی شب بمن ز ہاتفِ غیبی ندا رسید   کاے بندہ تا کجا بودت درد و رنج و غم
تا چند نالہ می کشی و جامہ می دری   تا چند سینہ را کُنی از ناخنِ الم
تا چند سر بجیبِ تفکر فرو بری   تا چند دیدہ را کُنی از اشک ہمچو یم
تا کے غریقِ لُجّۂ دریاے درد و رنج   آخر چراست ایں ہمہ طغیانِ غمّ و ہم
اے بے خبر مگر نشنیدی حبیبِ[2] تو   ق   وے بے خبر مگر نشنیدی کہ ابنِ عمّ
دی روز شد بہ شاہدِ مقصود ہمکنار   امشب بنو عروس طرب گشتہ است ضمّ
عقدِ نکاحِ حضرتِ حسرت بہ بستہ نقش   می خواں تو اِن یَکاد و بر خسار او بدم
بردار دست از خرد و ہوش و ہنگ و فکر   برخیز و بادۂ طرب افگن بہ جامِ جم
ساقیت گو کہ ہوش رباید ز جامِ مے   مطرب کجاست گر کندت تا بہ زیر و بم
ہاں خیرہ باش و جامۂ تقویٰ بہ تن بدر   ہاں چیرہ باش بوسہ بزن بر رخِ صنم
تا از شرارتِ تو شود قلبِ عیش شاد   تا از ظرافتِ تو شود پشتِ زہد خم
چنداں بنوش بادہ کہ خُم ہا شود تہی   آں قدر بذل کن کہ شود کیسہ بے درم
مزمّلا بس ست ز عشرت کنارہ گیر   بہر دعاے یارِ جواں بر کشاے فم

---

[1] مولوی حاجی سیّد سلیمان ندوی صاحب مدیر رسالہ "معارف" و ناظم ندوۃ العلما   مرتّب

[2] نواب صدر یار جنگ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی   مرتّب

یارب طفیلِ بذلِ سخیّانِ مال دار　　یارب بحقِ صبرِ فقیرانِ بے درم
عمرِ حبیبِ من شود از صد ہزار بیش
ابر دلِ رقیب رسد ناوکِ ستم

(۱۲۹)

ما بناچارہ اسیرِ غمِ ہستی شدہ ایم　　از نشیمن گہِ افلاک بہ پستی شدہ ایم
رفتہ از خاطرِ ما کل من علیہا فان　　غافل از فکرِ فنائیم و بہ مستی شدہ ایم
(از دو سہ شب بخیال بود و بہ اثنائے راہ علی گڑھ در موٹر موزوں شدم

(۱۳۰)

بدگوئی و بددانی و بدخوانیم اے دوست　　من نیک ترا گویم و ہم نیک بدانم
اے کاش ز بد گفتنِ تو نیک شوم من　　مخلوق ترا نیز بداند چو بدانم
(شب ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

حاشا نہ از اقربا و نہ از ہمسرانم

(۱۳۱)

کسے نیست تا بشنود داستانم　　بہ پاکِ عزیزاں چو بیگانگانم
[illegible] ز چیزے کہ می دانم ایشاں ندانند　　ز چیزے کہ دانند چیزے ندانم
مصارع ثلث آخرہ بوقت صبح و مصرعہ اولی بوقت سہ پہر بستم جنوری در بھیکم پور موزوں کردہ شد
(۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء)

(۱۳۲)

نہ کس راز جوئے نہ کس راز دانم　　نہ کس ہم صفیر و نہ کس ہم زبانم
[illegible] دریغا مزمّل کسم نیست ہمدم　　میانِ عزیزاں چو بیگانگانم
(بوقت سہ پہر تاریخ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء بمقام بھیکم پور
موزوں کردہ شد)

هوالعزیز

نہ کس ہمرکاب و نہ کس ہم عنانم (۱۳۳) نہ کس ہم خیال و نہ کس ہم زبانم
نہ کس غمگسارے نہ کس دردمندے فقط یک ہملٹن[1] بود مہربانم

(بمقام علی گڑھ یوم صباح سیزدہم ۱۳ فروری ۱۹۱۶ء موزوں کردہ شد)

[1] اشارہ بہ مسٹر ہملٹن جائنٹ مجسٹریٹ کہ فارسی خوب میدانست
مرتب

بدم خوانی و بدگوئی و بددانی ہمی دانم (۱۳۴) ترا من نیک خوانم نیک گویم نیک می دانم
زبد دانیِ تو شاید کہ من نیکی بیاموزم ترا اے کاش ہر کس آں چناں داند کہ من دانم

(۴ر اگست ۱۹۳۳ء)

قبولِ خاطرِ اقبال[2] گر شود سخنم (۱۳۵) ہزار شکر کنم صد ہزار فخر کنم
چہ اوست بادشہِ کشورِ سخن دانی وظیفہ خوار ز سرکارِ ذوالجلال منم

(۴ر ستمبر ۱۹۳۳ء سہ پہر بیگم پور)

بسم اللہ العلیّ العلیم

(۱۳۶)

اے دوستاں سرے بہ پریشاں خیالیم گوشے خدائے را بہ بیانِ ملالیم
سہ[3] ماہ بیش نیست کہ تا شعر گفتہ ام ہرگز نہ کہنہ مشق و نے دیرسالیم
حاشا کہ لافِ شعر و بلاغت مرا سزد فردوسیم نہ سعدیم و نے ہلالیم
گستاخم ار مثال ز پیشینیاں زنم باللہ کہ من نہ شبلی و داغم نہ حالیم

---

[2] ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے، پی ایچ ڈی، ایل ایل ڈی، بیرسٹر ایٹ لا شاعر مشہور مرتب

من کیستم چه کاره ام و تا چه بوده ام   حیرانم از خرابی و آشفته حالیم
نی پیشوای خلقم و نی مقتدای قوم   نی فخر رازیم نه امامِ غزالیم
نی رندِ میگسارم و نی های و هو کنم   نی محتسب که مست کند گوشمالیم
نی زاهدم که سبحه و سجّاده آورم   نی صوفیم که سر بود از حال و قالیم
نی شیرِ گرسنه که ز آزِ خلق سیر   آمادهٔ فریب نه چون شیرِ قالیم
نی چون مرید نعرهٔ لاریب می کشم   نی همچو فلسفی خَشِن و احتمالیم
نی همچنان جنابِ مشیخت مآب تند   نی بی وقار و مبتذل و لاابالیم
نی پُر چو بطنِ زاهدم از خوانِ اغنیا   نی گوشِ خلق کر کنم و کوس خالیم
نی مدّعیِ جاهم و نی مدعای خلق   نی تنگ دستم و نه چو سرکار عالیم
نی شکوه از جهالتِ نافهم بود   نی فخر بر شعرِ خودم و خوشِ مقالیم
بیچاره سر به جیبِ ندامت فگنده ام   بارِ گناه بر سر و جان انفعالیم
از بختِ دل کبابم و افسرده جگر   باشد شرابِ ناب به جامِ سفالیم
ما را سرے به مالِ حرام و به غصب نیست   یک لقمه بس است ز اکلِ حلالیم
یک بندهٔ غلامِ جنابِ محمّدم   آزاد از دو عالم و عبدِ بلالیم

مزمّلا به لاف و گزاف ار سخن کنم
استادِ سنجرت بدهد گوشمالیم

ملاحظه شد
سنجر تهرانی

نسخهٔ خطی ۱. [illegible]

نسخهٔ خطی ۱. از بختِ دل کبابم و افسرده جگرم

(۱۳۷)

قصه و داستان نمی گویم   سخن از این و آن نمی گویم
گله از قوم و شکوهٔ احباب   وحی از آسمان نمی گویم
چشمِ فتّان و عارضِ گلگون   نرگس و ضیمران نمی گویم

مهر و قهرِ بتانِ سیمیں[1] را   جاں ده و جانستاں نمی گویم
ناصح و زاهد و طبیباں را   خرد و نادانِ جهاں نمی گویم
سخن از مدح و ذم نمی آرم   وصفِ بهمان فلاں نمی گویم
مختصر قصّها ے دور از کار   از شهان و یلاں نمی گویم
عرض حال ست پیشِ اُستاداں   قصّهٔ بر زباں نمی گویم
منِ ناداں جوان و آزادم   قد چو سروِ رواں نمی گویم
دووه افغان و ایله شروانی   گرچه پشتو رواں نمی گویم
مور ثانم سپاهیان و امیر   رستم و ارسلاں نمی گویم
لله الحمد و لله المنّت   سیم و زر را گراں نمی گویم
عالم و فاضل و خرد آگاه   خویش را بے گماں نمی گویم
سخن از تازی و ز انگریزی   نتواں گفت کاں نمی گویم
فارسی آنچه می تواں گفتن   حاضر ست بیش[2] ازاں نمی گویم
ایں که گفتم ضرورتاً گفتم   از چنین و چناں نمی گویم
مرد کارم کثیر الاشغالم   یک یکے را بیاں نمی گویم
مستزادست کاں دریں ایام   شعر گویم نهاں نمی گویم
چند ماه است شاعرم گفتند   فخرِ هندوستاں نمی گویم
اوّلیں نظم نوحه گفتم   خوب یا بد چساں نمی گویم
بعد ازاں آنچه گفته ام بیش ست   که عیاں را نهاں نمی گویم

---

[1] در مسوّده و مبیّضه جاے ایں لفظ خالی ست۔ من بنده پُر کرده ام   مرتب

مرتب

[2] سکتهٔ ایں مصرعه را شاید باین طور رفع می تواں کرد ع کم و یا بیش الخ   مرتب

قدرِ من گر کنند اہلِ سخن   پس بگویم کہ ہاں نمی گویم
وگر از عرضِ بندہ بیزارند   فاش گویم کہ ہاں نمی گویم
پس مزمّل بخامشی بنشیں
ایں سخن رائیگاں نمی گویم
(۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۳۸)

گرچہ خود مبتلاے حمّیٰ ایم   خبرِ خیریتت[1] از خدا خواہیم
تار و خط را اگر جوابے نیست   باز فرما چہ راہ پیمائیم

(۱۳۹)

ما خیر خواہِ ملک و سرکار بودہ ایم   وقتِ تعب معاونِ ہرکار بودہ ایم
در حاجتیم و ہیچ یکے اعتنا نہ کرد   گویا کہ مدِّ فاضلِ بے کار بودہ ایم
(باثنائے سفر الہ آباد در ریل۔ ۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۴۰)

ادیب و شاعر و سیّاح فیلسوف و حکیم   بہ علم ڈاکٹر و نائٹ[2] از پئے تعظیم
بہ شعر مجتہد و ماہرِ سیاست ہم   بگو کسے است چو اقبال واجب التکریم
(۶ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۴۱)

مدّعی درس دہد خیرہ زحالاتِ قدیم   بعبارات ملمّع بہ بیاناتِ سقیم
بندہ اش درس دہم جملہ بحالاتِ جدید   کہ نگر سوے خود و شرم کن از ربِّ علیم
(شب مابین ۱۷ و ۱۸ر اگست ۱۹۳۳ء)

---

[1] تاے مخاطب   مرتب   [2] ڈاکٹر سر محمد اقبال   مرتب

بسمہ تعالیٰ شانہ

ن

حاجی حافظ علیِ اکبر خاں[1] (۱۴۲) ایم اے و شاعرِ فصیح بیاں
سالِ عقدش بمونسہ خاتون ۱۹۳۳ء نوزدہ صد و سی و سہ می داں
(شب مابین یکم و ۲ ر نومبر ۱۹۳۳ء)

۱۳۴۱ ف
سال فصلی اگر بود مطلوب ❖ سیزدہ صد چہل و یک خواں
گر سنہ ہجریت بود مقصود ❖ سیزدہ صد پنجاہ و دو میخواں ۱۳۵۲

پدرِ بلند مراتب حبیب[2] رحماں خاں (۱۴۳) پسر چو خان بہادر عبید[3] رحماں خاں
پدر برادر و پورش عزیزِ جانِ من ست مزمّل ست دعا گوئے ہر دو بادلِ جاں
(در خواب شب مابین ۲۰ و ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء ۔ بمقام بھیکم پور)

[illegible] [illegible]

بسا شگفت و عجب آیدم ز بے خبراں (۱۴۴) کہ اعتبار بود بر ولائے بے ہنراں
الا کہ از شجرِ بے ثمر تو برنخوری مباش بیہدہ در بندِ مکرِ حیلہ گراں
(شب مابین یکم و ۲ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

وَالعَصرِ

قسم بعصر کہ انسان ہست در خسراں (۱۴۵) مگر کسے کہ عمل نیک کرد با ایماں
بحق و صبر تمسک نمود بادلِ شاں مزمّل ایں ہمہ ارشاد ہست در قرآں
(شب ۱۸ و ۱۹ ر اگست ۱۹۳۳ء)

---

[1] حافظ مولوی حاجی علی اکبر خان شروانی ایم اے (خلف اکبر حافظ حاجی زکریا خاں صاحب) از نواب صاحب واسطۂ قرابت قریبہ دارند۔ ادیبے ست خوب و شاعرے ست مرغوب طبعے والے کہ تعطّل و کنج خمول را محبوب دارد ۔ "انہ کان ظلوما جہولا"۔ مرتب [2] نواب صدر یار جنگ بہادر [3] خان بہادر مولوی حاجی عبید الرحمٰن خاں شروانی ایم ایل اے ٹریژرر (و قائم مقام وائس چانسلر) مسلم یونیورسٹی مرتب

(۱۴۶)

دریغ آیدم از فتنۂ سیہ کاراں   کہ خونِ ناحقِ عمال[1] را کنند رواں
بزعمِ خویش ہمہ خیر خواہِ ملک خود اند   نعوذ باللہ اگر گرگ است کارِ شباں

(شب مابین یکم و ۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ن نعوذ باللہ اگر گرگ ہست جاے شباں

(۱۴۷)

اے خوشا روزے کہ بطحا یم وطن خواہد شدن   فارغ از فکرِ معاصی جان و تن خواہد شدن
دل زیادِ ماسوا آزاد و از گیتی نفور   پاک از خاشاک و خس صحنِ چمن خواہد شدن
پا برہنہ سر برہنہ با خضوع و با خشوع   بر زباں لبیک یا مولاے من خواہد شدن
گاہ چوں پروانہ باشم گردِ بیتش در طواف   جبہہ ام گہ سودۂ سنگِ کہن خواہد شدن
گاہ زیرِ سایۂ دیوارِ کعبہ سایہ کش   گہ بکامِ تشنہ ام زمزم لبن خواہد شدن
گاہ دستانم بسوے آسماں باشد دراز   گاہ بر دامانِ کعبہ چنگ زن خواہد شدن
گاہ سیلِ اشک از چشمم رود چوں آبِ جوے   قطرۂ ہر اشکم چوں درِّ عدن خواہد شدن
نعرۂ توبہ برآرد از گناہانم دمار   جانِ من ایمن ز مکرِ اہرمن خواہد شدن
اے زہے قسمت اگر بر گوشم آوازے رسد   "کہ مخور غم شاملت الطافِ من خواہد شدن"
یک تعلق باز ماند در دلم از ملکِ ہند   کہ بدل ذکرِ حبیبِ خوش سخن خواہد شدن
بعد حجِ خانۂ کعبہ کنم قصدِ سفر   ایں سفر بر جانبِ جدّ الحسن رضؓ خواہد شدن
جاں ببالد ز اشتیاقِ دیدنِ بیت الرسولؐ   بر گلویم از ولاے او رسن خواہد شدن
طرّقوا گوید عرب از جانِ من خیزد طرب   ناقۂ من رشکِ آہوے ختن خواہد شدن
اندراں وادی شود خارِ مغیلانم حریر   غیرتِ جنّاتم اطلال و دمن خواہد شدن

---

[1] باشد کہ اشارۃ بسوے فوضیونِ ہم باز رفتہ باشد   مرتب

چشمِ من بر قبّهٔ اخضر چو افتد غش کنم   جانِ من با مرگِ شادی مقترن خواہد شدن
چوں بہ ہوش آیم دوبارہ باز از سر پا کنم   تا گزارم بر درِ شاہِؐ زمن خواہد شدن
الصّلوٰۃ والسّلام آں قدر آرم بر زباں   کہ جہاں از آں پُر از مشکِ ختن خواہد شدن
یا رسولؐ اللہ گویاں جاں برآید از تنم   ایں اگر خواہد شدن کارے زمن خواہد شدن
اے مزمّل غم مخور بہ فضلِ یزداں تکیہ کن
در حجازت دُورِ ہر رنج و محن خواہد شدن

ھوالعلیم الخبیر

(۱۴۸)

سنّتِ حسّان ثابت شاعرِ شیریں سخن   گفتنِ اشعارِ عشقِ مصطفٰےؐ خوب و حسن
ترکِ ایں سنّت خدارا از منِ عاصی مخواہ   زاہدا اللہ بگذر از نگاہِ سوءِ ظن

(۸ رجولائی ۱۹۳۳ء)

(۱۴۹)

زمیندارا[1] خدارا چشم وا کن   بہ حالِ خستۂ خود اعتنا کن
نبودی آں چناں کمزور ہستی   نہ گر مردی چہ زن آہ و بکا کن

(الٰہ آباد۔ شب مابین ۱۴ و ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۵۰)

زاہدا نشۂ پندار ز سر بیروں کن   حذر از کبر و ریا و دغل و افسوں کن
ربّ غفورست و رسولؐ اللہ رؤفست و رحیم   تو برو خاطرِ ما خستہ دلاں محزوں کن

(شب یکم و دوم دسمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] آہ و بکا بر نامردی و زن کاری زمینداراں بمقابلہ فتنۂ کانگریس   مرتب

۱۵۱

بکنہِ ذاتِ حق اندیشہ را ادراک ناممکن کلامِ او صفاتش را بہر عنواں بود معلن
تعالیٰ شانہ الباری کہ خود فرمود در قرآں ھوالاول ھوالاٰخر ھوالظاھر ھوالباطن
(بہ اثنائے راہ علی گڑھ در موٹر شام ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۵۲)

شاعری جذباتِ نفسانی ست از نیک و زبوں آنچہ در آید خیالش گفت بے چون و چگوں
تا نہ پنداری کہ ہر شاعر بگویدش آنچہ کرد ہست در قرآں یقولون ما لا یفعلون
(شب مابین ۱۷ و ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

۱. کندش ہر انچہ گفت

صدق اللہ العلی العظیم

(۱۵۳)

کذب را بگزار و راہِ صدق بیں خوار و بے قدر ست کاذب بالیقیں
ایں فقط دنیاست در دیں ہم نگر لعنت اللہ آمدہ بر کاذبیں
(شب مابین ۳۱ اگست و یکم ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ھو اللہ الصمد

(۱۵۴)

دل از زنگِ کدورت پاک ساز و آشتی بگزیں بلائے دشمنی بربادیِ دنیا بود ہم دیں
اگر آسائشِ ہر دو جہاں خواہی تحمّل کن مزمّل نکتہ ہا دارد بیا و بشنو و بنشیں
(باثنائے سفر آگرہ در موٹر موزوں کردم ۱۷ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۵۵)

حمد خدائے عزّ و جل ربّ عالمیں رحمٰن و ہم رحیم و ملاّکِ یوم دیں
خالص ترا پرستش و ہم استعانت ست بنمائے راہِ راست نہ مغضوب ضاٰلّیں
(۱۷ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

دوستی را شرطِ اوّل آزمائش کن یقیں (۱۵۶) تا کہ بینی وقتِ حاجت کیست ہمدرد و معیں
ورنہ ہر مکّار دعواے محبّت می کند   از گلِ قالیں مدار اُمیدِ بوئے یاسمیں
(شب مابین ۱۹ و ۲۰ ر یوم و شب ۲۱ ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

هوالجمیل

رفت دورِ کاکلِ پیچان و چشمِ سرمہ گیں (۱۵۷) جعدِ مشکیں قطع[1] شد نابود زلفِ عنبریں
وسمہ و پان و حنا و غازہ را قدرے نماند   فیشنِ یورپ شدہ مرغوبِ طبعِ مہ جبیں
(شب مابین ۲۶ و ۲۷ ر اگست ۱۹۳۳ء)

بسم اللہ الموفق والمستعان

چل سال زیستم بہ اُمیدِ وصالِ تو (۱۵۸) دیدم بخواب لیلی لطفِ جمالِ تو
امروز از عطاے خداوندِ ذوالمنن   دستِ من ست و دامنِ عزّ و جلالِ تو
(بعد نماز صبح بر اسٹیشن سونی پت در ریل بہ اثناے سفر واپسی مکہ معظمہ بتاریخ ۱۹ ر اپریل ۱۹۳۵ء بوقت صبح موزوں کردم)

شہا شاہنشہا اے جانِ مزمّل فداے تو (۱۵۹) دعاے حاضری کردم چہل سال از خداے تو
بحمد اللہ کہ اینک حاضرم بر عتبۂ عالی   کفِ جود و سخاے تست و دامانِ گداے تو

(ایضاً)

مخلوقِ دو جہان بود مبتلاے تو (۱۶۰) ہر کس بطرزِ خاص بجوید رضاے تو
مذہب ہزار باش و لیکن خدا یکے است   اے واجب الوجود مزمّل فداے تو
(شب مابین ۷ و ۸ ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] تعریض بر قطعِ رشتۂ حیا و ایمان کہ دریں زمان علی الاعلان بمشاہدہ می آید   مرتب

الله اکبر

(۱۶۱)

اے کہ تلاشِ خداست در دلِ تو آرزو   چند بہ دیر و کنشت ہرزہ کنی جستجو
در خودیِ خود نگر نکتۂ از من شنو   معرفتِ ذاتِ خود معرفتِ ربِّ تو

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ" ۔ شب در رسالہ مضمون متعلق حدیث شریف مذکورہ دیدم ۔
رباعی مذکور موزوں کردم   عاقبت بخیر باد   (شب مابین ۲۳ و ۲۴ راگست ۱۹۳۳ء)

(۱۶۲)

معناے ارشادِ نبی تہادَوا و تحابُّوا   داند فقط مردِ سخی یعنی حبیبِ[1] نیک خو
نفیس   بہرِ احبّا ہدیہا آرد کثیر و بے بہا   از جا بجا از ہر کجا از سو بہ سو از کو بکو
(۲۹ رنومبر ۱۹۱۸ء)

(۱۶۳)

چارسو   اے کہ سیم و زر بدست آوردۂ از جستجو   ہیچ می دانی کہ مصرف چیست اے فرخندہ خو
رو بہ بازارِ عمل چوں مشتریِ ہوشیار رہ   صرفِ زر کن در خریداریِ اعمالِ نکو
(بہ اثناے سفرِ آگرہ در موٹر موزوں کردم - ۱۷ راگست ۱۹۳۳ء)

(۱۶۴)

مَرو مَرو بہ رہِ کبر زینہار مَرو   بِرو بِرو بہ رہِ عجز و انکسار بِرو
بکن بکن عملِ نیک و راست گو می باش   مکن مکن دلِ مخلوق ریش و غرّہ مشو
(شب مابین ۲۷ و ۲۸ راگست ۱۹۳۳ء)

---

[1] تلمیح از تحف و ہدایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی از حیدرآباد (دکن) بعد فائز شدن بر منصب صدر الصدوری امور مذہبی سرکار عالی آوردند و پیش کردند

مرتب

هو الجمیل

معشوقهٔ طنّاز پری پیکر و خوش رو (۱۶۵) سیمین بدن و لعل لب و چشم چو آهو
گلگونه خد و سرو قد و کبک خرامے خوب ست اگر بوئے وفا دارد و خوش خو

(شب مابین ۳۱ اگست و یکم ستمبر ۱۹۳۳ء)

یک چند بودم از راه گمراه (۱۶۶) هر سو دویدم از راه و بی راه
حالا من و شوقِ بطحا و یثرب الحمد لله الحمد لله ۵ ز راه

(شب مابین ۲۹ و ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

بزرگی است به سه نوع گر کنی تو نگاه (۱۶۷) یک آنکه از شکمِ مادر آورد همراه
دگر کسے که کند حاصلش بعلم و عمل سوم چو من که بزرگش کنند خواه مخواه

(صبح ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

هو القوی العزیز

به سال یک هزار و نه صد و ده (۱۹۱۰ء) (۱۶۸) مرا نوّاب کرده نائب شه
پے تبریکِ این انعام شاهی مبارک باد آمد از که و مه

(۳۰ اگست ۱۹۳۳ء)

دی شب بحرم بودم و امروز بخانه (۱۶۹) لذّت کشِ بسیار ز اشعارِ شبانه
تعبیر به من گفت ابوبکر خردمند مقصود فقط حج بود و جمله فسانه

(شب بخواب حج و طواف خانهٔ کعبه کردم - بیدار شدم و سرور موفور حاصل شد - همان وقت این هر دو رباعی موزون کردن افتاد - به اعتراف توجه و قدردانی عزیز از جان خان بهادر نوّاب محمد ابوبکر خان در وقفه هاے خواب و بیداری موزون کردم و بخدمت شان فرستادم) (شب مابین ششم و هفتم اگست ۱۹۳۳ء)

(۱۷۰)

زنہار مکن شکوہ ز رفتارِ زمانہ   تا چند ز کوتاہیِ خود عذر و بہانہ
تو نیک بماں جملہ جہاں نیک نماید   گر خود تو بدی چند ز بیداد فسانہ

(با ثنائے سفر آگرہ در موٹر موزوں کردم   ۱۷؍ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۷۱)

ی

گفتنِ اشعارِ عشقِ احمدی   منع شد بر من بہ حکمِ مولوی
نعت گفتن بر گنہگاراں حرام   عزمِ نیکی شد برائے من بدی

(۸؍ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۷۲)

اے کہ از وضعِ زمانہ گلہا می داری   شکوہ از جورِ عزیزاں بزباں می آری
ہاں مگر غافلی از ماحصلِ کردۂ خویش   کہ ہماں می دروی آنچہ تو خود می کاری

(۱۳؍ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۷۳)

رنجورم و مہجورم احوال چہ می پرسی؟   حیران و پریشانم و بدحال چہ می پرسی؟
شب ہا ہمہ شب نزلہ و سر درد و بخارست   چوں حال چنیں ست ز اعمال چہ می پرسی؟

(بجواب مزاج پرسی حافظ حاجی علی اکبر خاں فی البدیہہ در پنج دقیقہ بوقت
دوپہر بتاریخ ۲۴؍ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء موزوں کردہ شد)

(۱۷۴)

چیدہ است از ہر گلستانے گلے   سعدیِ وقت ست سیّاحِ قمے
بر مزمّل لطفہا فرمودہ است   اے خدا محفوظ دارش از گُمے

(۷؍ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء)

(۱۶۵)

پس از چل سال ایں معنی محقق شد بنادانی   مزمّل راست استحقاقِ دعوائے مسلمانی
بہ پیری حکم شد تا جاہلے فرسودۂ چوں من   صدارت[1] را کند بدنام در بزمِ سخندانی

(شب مابین ۲۴ و ۲۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۶۶)

بمن حکم آمد از ارکانِ تعلیم[2] مسلمانی   کہ باشم صدر در بزمِ محاکاتِ سخندانی
بہ پیشِ حلہ پوشانِ علومِ عقلی و نقلی   مرا شرم آید از بے مایگیِ خویش و عریانی

(شب مابین ۲۴ و ۲۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۶۷)

بمن خلعت[3] ز حکمِ نائبِ شہ گشت ارزانی   جبینِ ذرہ شد از پرتوِ خورشید نورانی
تماشا کن عطا در جود و بذلِ دولتِ برطن   بہ یک شرمندۂ تقصیر ایں الطافِ سلطانی

ہزاراں آفریں

(۲۴ر دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء)

(۱۶۸)

بہ سالِ نوزدہ صد بست و دو (سنہ ۱۹۲۲ء) از حکمِ سلطانی   شدہ نوّابِ موروثی مزمّل بندۂ فانی
مجازی ہست ذکرِ ارث و فکرِ حقِ موروثی   خدائے ماست خیر الوارثیں از نصِّ قرآنی

(۳۰ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

---

[1] صدارت آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مقام میرٹھ   مرتّب

[2] آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس   مرتّب

[3] بصلہ خدمات جلیلہ و ثمینہ کہ بدورانِ حربِ عظیم انجام دادند۔ آخر الامر خلعت و خطاب او بی ای یافتند   مرتّب

قطعۂ تاریخ و قصیدۂ کہ بہ شکریہ یادآوری جناب منشی محمد ارتضیٰ علی صاحب شررؔ
کاکوروی۔ کہ بار سال تاریخ عقد فقیر منت بجانِ من گزاشتہ اند گفتہ شد۔
اشتغلت به فی یوم الجمعة فی اربع وعشرون خلون من شهر المئی
سنه ۱۹۰۱ء وشغلت عنه فی یوم الاثنین من تاریخ ستة وعشرون
فی شهر المذکور قطعة الشرر

"بہ بیتِ جدید آمدہ نو عروسے   بہ آقا ہمایوں بود شادمانی
شررؔ خواستم سالِ تاریخ ہجری   بگفتا۔ مبارک شود عقد ثانی"

۱۳۰۸

قطعۂ کہ بشکر ایں جواہر پارہا گفتہ شد

شررؔ سال تاریخ عقدم نوشتہ ۱۷۹   کہ نبود چو او کس ادیبِ اریبے
مؤمّل سنِ ہجریش زسرِ بذل   بہ من گفت ہاتف عجیبے غریبے

سنہ ۱۳۱۷ ہجری

سرِ بذل (ب) ۲

سنہ ۱۳۱۹ ہجری

(دیگر)

جنابِ شررؔ مرد موجز بیانے ۱۸۰   چو تاریخ عقدم بگفتہ لطیفے
مؤمّل سنِ ہجریش از سرِ زم   بمن گفت ہاتف عجیبے غریبے
ب
۲

۱۳۱۷
۲

۱۳۱۹ھ

ماده تاریخ غلط است در ہجری البته فصلی درست است ۔ لازم بود کہ اشارہ بکند
فصلی ۱۳۰۸ ۔ مثلاً بگوید: شرر خواستم سال تاریخ فصلی ۔ باز در وصل فصل
شائستہ نباشد ص

تا چند کنی بحث ز لفظ و معنی ۱۸۱ این حجت و تکرار بود لا یعنی
زر زر چو ہزار بار گوئی بزبان   زر نیست اگر بدست بے زر مانی

(شب مابین ۱۲ و ۱۳ ستمبر ۱۹۳۳ء)

نیکی بہ خلق گر بہ اُمیدِ وفا کنی ۱۸۲ بے کار می کنی و پئے خود جفا کنی
اجرش اگر ز کس طلبی زجر می کند   اجرت دہد خدائے چو بہرِ خدا کنی

(با ثنائے سفرِ آگرہ در موٹر موزوں کردم۔ ۱۶ر اگست ۱۹۳۳ء)

؁۱۹۰۰ء
بہ سالِ نوزدہ صد قصر و قلعہ ۱۸۳ بنا کردم بتائیدِ الٰہی
تمامِ من نماند ہیچ بر جا   فقط نامِ خدا ماند کماہی

(شب مابین ۲۱ و ۲۲ ستمبر ۱۹۳۳ء)

رباعیات

(۱)

اے آنکہ زعیش انتساب ست ترا　　دنیا ہمہ بہرِ خورد و خواب ست ترا
در فکرِ فضول خود پرستی شب و روز　　ایں زندگیِ خویش عذاب ست ترا ا

(۲)

از عمر کہ شصت و ہفت سال ست ترا ۶۷　　ہر لحظہ زحال قیل و قال ست ترا
گاہے غمِ دی و گہ بفکرِ فردا　　القصہ کہ زندگی وبال ست ترا

(شب مابین ۲۶ و ۲۷ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۳)

اے آنکہ مدام مے بجام ست ترا　　از عیش و طرب جہاں بکام ست ترا!
امروز حرام را چو کردی تو حلال　　فردا کہ حلال او حرام ست ترا

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۴)

مزمّل ما چہ حال بودہ است ترا　　با دوست چہ قیل و قال بودہ است ترا
گہ مدح کنی کہ ہیچ پایانش نیست　　گہ شکوہ از و ملال بودہ است ترا

(شب مابین ۲۵ و ۲۶ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۵)

اے آنکہ غمِ عمرِ روان ست ترا　　اندیشۂ عمرِ جاودان ست ترا
تا زندۂ با خلقِ خدا نیکی کن　　نیکیِ تو عمرِ جاودان ست ترا

(۲۷ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۶)

اے آنکہ ہست و نیست اقتدارست ترا　　ہر کردہ و ناکردہ در شمارست ترا
در ہستی و نیستی امانم می دہ　　ہر کردہ و ناکردہ ام اختیارست ترا
(شب مابین ۳ و ۴ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

۶ گر ہستم و نیستم امانم می دہ

هوالغنی

(۷)

اے کز تو ہزار شکوہ بودہ است مرا　　یک عشوۂ تو زجا ربودہ است مرا
دادی تو کتاب دل ز دستم بردی　　خوش باش ز تو امید سود ست مرا
(شب مابین ۲۵ و ۲۶ ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۸)

اے آنکہ ز ہر بلا پناہی تو مرا　　من بندۂ خوار و پادشاہی تو مرا
می دہ تو پناہم از بلائے عصیاں　　بنمائے سبیلِ بے گناہی تو مرا
(شب مابین یکم و ۲ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

شفیع

(۹)

بعہدِ میجر رنجیت[۱] سنگھ افسرِ ما　　منظم ست بہر طور کار دفترِ ما
غنیمت ار نشماریم عہدِ میمونش　　ہزار حیف بر احوالِ ما و اخترِ ما

(۱۰)

ہموارہ دلم درد و سرم در سودا　　روحم رسوا و در رہِ حرص و ہوا
دادار کرم دہ کہ روحم آسودہ　　دادم دہ کہ درِ دل ارد رسوا
(شب مابین یکم و ۲ ر نومبر ۱۹۳۳ء)

دلم

---

[۱] از رؤسائے عظام ضلع مظفر نگر (صوبۂ آگرہ) و سکرٹری زمیندار ایسوسی ایشن صوبۂ مذکورہ کہ از ذوق ادب عربی و فارسی مشام را تازہ می دارد و کام را لذّت بے اندازہ می دہد　مرتّب

(۱۱)
خیّام بگوید کہ جہان ست سراب — سرمایۂ او عیش و نشاط ست شراب
من نیز بگویم کہ جہان ست خراب — در مذہبِ من حاصلِ آں کارِ ثواب **ب**
(شام ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۲)
گویند کہ سرمایۂ عیش ست شراب — بے کار حیات ست بے بادۂ ناب
مے خوردنِ تو برائے مستی باشد — بے بادہ منم مستِ ولائے احباب
(شب مابین ۶ و ۷ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اصحاب

مستی ست غرض زخوردن بادہ ترا

(۱۳)
دنیا طلبا نگویمت کاں مطلب — یا بہرِ معاش ساز و ساماں مطلب
فرق ست میانِ طلبِ باطل و حق — از مالِ حرام قوتِ جاں ہاں مطلب
(شب مابین ۲۸ و ۲۹ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۱۴)
در مسلمِ ہند خصلتے ہست عجیب — گر پیر و جوان ست و امیر ست و غریب
جملہ در غفلت اند و جملہ کاہل — الزام بہ تقدیر کنند و بہ نصیب
(شب مابین ۲۳ و ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۵)
روزے ست پئے معاش و تا شام مخسپ — در شغلِ عمل بباش و ناکام مخسپ
از خدمتِ خلق نامِ نیکو می جو — نامِ تو مزمّل ست و گمنام مخسپ **پ**
(۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

(۱۶)

ت پیری و سرت سفید و دندانت ریخت — سمع و بصرت ہست بہ آہنگِ گریخت
در آخرِ عمر باش در فکرِ معاد — زاں پیش کہ گِل بہ گِل بخواہد آمیخت

(شب مابین ۲۷ و ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

اللہ باقی من کل فانی

(۱۷)

در عرصۂ عمر کارہا کردم سخت — گہ یار و گہے فرار بود از من بخت
ایں ہا بگزشت و کاش وقتِ مردن — از ورطۂ عصیاں بسلامت برم رخت

(شب مابین ۵ و ۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اللہ اکبر

(۱۸)

علامِ غیوب واقفِ اسرار ست — در امرِ من و تو مالک و مختار ست
گر با تو خطا کنم سزایش یابم — بر من تو جفا کنی خدا غفار ست

[illegible]

بسم اللہ الغفور الرحیم

(۱۹)

زجر و توبیخ شما بر سرِ ایں بندہ چرا ست[1] — رائیگاں خدمت و الزامِ خطا زچہ روا ست
خیر! مزمّل بیچارہ خطا کارے ہست — فاعفوا واصفحوا آخر نہ سزاوارِ شما ست

(۱۸ نومبر ۱۹۳۲ء)

---

[1] مخاطبِ ایں رباعی بندۂ ہیچ مداں محمد مقتدیٰ خان ست۔ دریں سلسلہ مکاتبتے کہ فیما بین پیش رفت (و نقل آں غالباً خالی از لطف نباشد) در کانفرنس گزٹ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۲ء ہم اشاعت پذیر شدہ بود، البتہ بحذفِ اعلام۔ و ہو ہٰذا – (ملاحظہ باشد صفحہ آیندہ)

مرتب

(مکتوب گرامی نواب صاحب مرحوم بنام محمد مقتدیٰ خاں شروانی)

بھیکم پور - ۱۸ر نومبر سنہ ۱۹۳۲ء

اقتدا مآب فضیلت انتساب، مجمع اللغات و مستجمع الاشارات والکنایات والمطائبات و جوامع الکلام والکلمات مدّت مکارمکم و من قاربکم و بارک اللہ فی مشاغلکم و محاسنکم و حسابکم و احتسابکم آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' - نامۂ[1] عریض وطویل موجب جرثقیل شرف صدور فرمودہ باعث انتباہ موفور شد - ہمانا مآثرِ عالم گیری زیر مطالعہ بود - دو شعر از نظر گزشت کہ بطور ہدیۂ تشبیہ عرض می شود وہو ھٰذا ؎

ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست　　شیر مردِ زمانہ دانی کیست؟
آں کہ با دشمناں تواند ساخت　　آں کہ با دوستاں تواند زیست

صبح کہ برخاستم چہار مصراع قطعہ بخاطرم گزشت کہ بطریق نذر صبوحی پیش کش خدمت ست "گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

بسم اللہ العفو الرحیم

زجر و توبیخِ شما بر سرِ ایں بندہ چراست　　رائگاں خدمت و الزامِ خطا از چہ رواست
خیر! مزّلِ بیچارہ خطا کارے ہست　　فاعفوا واصفحوا آخر نہ سزاوارِ شماست

این ست جواب نامۂ تہدیدیۂ[2] شمامہ جناب شما - حالا عرضِ حال شماتت اشتمالِ ایں فقیر حقیر سراپا تقصیر ملاحظہ فرمایند - یعنی باہمہ آشوبِ چشم و دل پر آشوب و فتن، چشم براہ قدم رنجہ فرمودنِ حضرت شما می باشم - عزیزی صابر علی خاں باوجود کسلِ طبیعت و گونہ حرارت عارضی آمدہ اند و قرار کردہ اند کہ صباح یک شنبہ بستم نومبر اگر رونق افروزیِ ظفر منزل مرکوزِ خاطر ارشاد مآثر باشد و شکر اللہ خاں صاحب ہم اگر آں جا ہستند ہم رکاب باشند ایں جا بندۂ عاجز و صابر علی خاں و نور العابدین خاں باہم باشیم و اگر تدبیرے برائے حل کارہائے مالاینحل رو دہد خوب ست آیندہ ہرچہ رضائے شما - والسّلام -

خاکسار اقتدا شعار سراپا گناہ خیر خواہ
مزمل اللہ غفرلہ اللہ وعافاہ

---

[1] مراسلت ایں چنیں مکاتبت بزمانے اتفاق افتاد کہ ہر یکے از مایاں خوں می گریست و سوے پایۂ عرش منتقم حقیقی و بیچوں می نگریست　　مرتّب

(جواب مکتوب از جانب محمد مقتدی خاں شروانی)

۱۸ نومبر۔ شب

۶۸۶

الا اے شیرِ میدانِ بسالت   سمیِّ حضرۃ ختمِ رسالت
سلام و رحمتِ حق بر تو بادا   ترا در دہر رنجورے مبادا
فرستادی بمن نیلی کتابے   سلیماںؑ کرد با مورے خطابے
غذائے بود جسمانی و روحی   لبِ شب بخشید لذاتِ صبوحی
ولے مامور گشتم بر جوابے   کہ جاشا نیست مقروں با صوابے
بماموری چو معذوری ہست آبا   سرِ خود را فگندم در بہ جیبے
ہماں دم خامۂ خود را گرفتم   اگر آمد بریں جرأت نگفتم
من بندہ کجا و تو کجائی   گدا را می نہ زیبد پادشائی
کجا ماند زمیں با سطحِ افلاک   "چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"
چہ گویم اندریں عالم جہائی   زبس ایں خاکداں را کیمیائی
کسے مثلِ تو گیرائے قلم نیست   بوادیِ کتابت ہم قدم نیست
کجا تا شعر تفنن بندہ را راہ   کہ اِلّا وُسعَہا ما کلّف اللہ
ز افکار و الم بے کیف و بیہوش   ز شورِ اندروں چوں دیگ در جوش
پسندِ خاطر ایں گفتار گر ہست   "ورائے شاعری چیزے دگر ہست"
جوابِ مختصر من می کنم عرض   کہ ایجاز ست پیشِ مہتراں فرض
نمی باید مرا جز اخذِ ایجاز   کہ ایجاز ست ہم یک صنفِ اعجاز
تو دانی کار نور العابدیں را   سزاوارِ سزا آں و ایں را
بدستت گردنِ صابر علی خاں   ثنا سازِ رموزِ کُنہ "جی ہاں"
ہمیں آئید شکر اللہ خاں ہم   مرا ورا کردہ ام تاکید پیہم
من آیم از پئے خود بو یہ بابت   بریں بس ختم کردم ایں حکایت

قلم بگرفت تنگیِ قوافی
سیاہی خشک شد اللہ کافی

(امتثالاً و ارتجالاً نوشتہ شد)

بندۂ جانی محمد مقتدی خاں شروانی

۱؎ برعایت رنگ کاغذ و سیاہی ۱۲

۲؎ بمناسبت ارشاد "ہدیۂ شبینہ" و "نذر صبوحی" اینز آں کہ ورود نامۂ مبارک بشب بود ہماں دم فکر ایں اشعار بے اختیار رو نمود ۱۲

۳؎ اگر "خطابت و سیاست" وغیر ذالک گفتہ شود ہم روا باشد ۱۲

۵؎ تکیہ کلام موحی الیہ ۱۲

(۲۰)

ہر صبح دلم بفکرِ کارِ دگرست   ہر شام غمم بہ گیرودارِ دگرست
ہر شب در خواب خوابِ دیگر بینم   القصہ سفینہ ایم و بارِ دگرست

(شب مابین ۴ر و ۵ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۲۱)

دشمن خواہد کہ برکند از تن پوست   از دشمنِ بدسگال دوری نیکوست
مردانہ بباش و از خدا نصرت خواہ   "دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست"

(شب مابین ۲۸ و ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

بسم اللہ العلی العظیم

(۲۲)

چوں من بوفائے تو کسے نیست کہ ہست   جویانِ رضائے تو کسے نیست کہ ہست
فی الجملہ زبیسرگیِ دنیا چوں من   مجروحِ جفائے تو کسے نیست کہ ہست

(۲۳)

بودم در فکر کایں رباعیہا چیست؟   ہر شب پئے تعلیمِ من آں آخر کیست
ناگاہ بگوشم زادب گفت سروش   تلمیذِ رحمٰن بہ ایں بے‌خبری ست

(برخی در روز ۱۳ر ستمبر و جزوے در شب مابین
۱۳ و ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۲۴)

مے حرام ست باسلام و عجب مسئلہ ایست   نظمِ ہر زاہد و رند از پئے مے مشغلہ ایست
آں کہ یک قطرۂ مے گہ نہ چشیدہ است بخواب   شعر در وصفِ شراب ست عجب حوصلہ ایست

(۲۳ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۲۵)

ترمیمیں

دل دارم و ہیچ شخص دلدارم نیست مہر دارم و ہیچ شخص سردارم نیست
شادی بجہاں بس ست و من ناشادم جز کردنِ کار در جہاں کارم نیست
(شب مابین ۵ و ۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۲۶)

گویند کہ اعتبار تقدیر گزشت گویم کہ بسا کار ز تدبیر گزشت
بس عقدہ کشادیم ز تدبیر و لے تقدیر بہ پیش آمد و تدبیر گزشت
(۱۲ر جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

هو العلی الکبیر

(۲۷)

انعامِ وفا کسے چو من کمتر یافت یعنی صلہ اش جور و جفا اکثر یافت
دل گیر مشو صبر کن اے مزمّل مظلوم ہمیشہ داد از داور یافت
(۱۳ر جولائی سنہ ۱۹۳۴ء)

(۲۸)

در خدمتِ خلق عمر برباد نہ رفت از خدمتِ قوم ہیچ ناشاد نہ رفت
صد بار گرت ز قوم بیداد رسد ہاں شاد بزی، بگو کہ بیداد نہ رفت
(۵ر جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۲۹)

ش از دشمنیِ خصم ملال ست عبث بے مہریِ دوستاں خیال ست عبث
ایں ہا بگذار و باش در فکرِ معاد جز یادِ خدا جملہ وبال ست عبث
(شب مابین ۷ و ۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

(۳۰)

بہ ہستیِ من ہست رضایت باعث — بر نیستیم بود قضایت باعث
القصہ رضاست بر قضا ایمانم — بہ لوح و قلم مضاے ما مضایت باعث

(شب ما بین ۸ و ۹ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۳۱)

از نورِ احد بفرق احمدؐ شد تاج — یک پایہ از عروجِ او شد معراج
مزمّل ام و غلامِ احمد پدرم — میراثِ من ست نعت بر این منہاج — ج

(شب ما بین ۸ و ۹ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۳۲)

اے آنکہ بہ محنت بہم آوردی گنج — دانی کہ بود قافیۂ گنجِ تو رنج
تا چند کشی رنجِ حفاظت چوں مار — در منفعتِ خلق بکن صرف و مرنج

(شب ما بین یکم و ۲ ر نومبر ۱۹۳۳ء)

(۳۳)

زنجیرِ قضاست بر گلویت صد پیچ — بیہودہ مخواہ رستگاری از پیچ
راضی بقضا نشیں و خوش دل می باش — دردت ہمہ ہیچ و ہم دوایت ہمہ ہیچ — چ

(۲۷ ر نومبر ۱۹۳۳ء بہ سواری موٹر واپسی از علی گڑھ)

(۳۴)

ہیچ ست ز آمال و آمانی ہمہ ہیچ — چوں مرگ رسد جہانِ فانی ہمہ ہیچ
چوں ایں ہمہ ہیچ ست غمِ ہیچ مخور — شادی و غمی و زندگانی ہمہ ہیچ

(۹ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ح

(۳۵)

خورشید کہ تافت ز افق وقتِ صباح   گہ حیلہ ز غم آورد و گہ ز فلاح
شادی و غم اند خواہرانِ توأم   از ہر دو گریز و نفس را کن اصلاح

(شب مابین ۹ و ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

خ

(۳۶)

این دل کہ ترا می پرد از کاخ بکاخ   چون مرغکِ رم دیدہ پرد شاخ بہ شاخ
گر مردہ دلی دلِ تو تنگ ست چو گور   گر زندہ دلی دلت جہانے ست فراخ

(شب مابین ۱۰ و ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ھو المعزّ

د

(۳۷)

چون شاہ مرا خطابِ او بی ای داد   از خاک سرم بہ اوجِ افلاک نہاد
بر شاہ و بہ خاندان و بر سلطنتش   انعامِ خدا ز حدِّ حصر افزون باد

(۲ر جنوری ۱۹۱۹ء)

(۳۸)

مغرور مشو چو کار تو شد حسبِ مراد   از نخوت و کبر گشت شیطان برباد
کوشش کن و بر فضلِ خدا تکیہ کن   فعّال ما یرید کند کل ما یراد

(۱۷ر ستمبر ۱۹۳۳ء ختم شد)

(۳۹)

امروز حبیبم[1] بہ دو تشریف نواخت   ہم آمد و ہم خلعتِ تشریفم داد
وادار نوازدش بہ ہر دو عالم   دنیاش بخیر باد و عقبیٰ ہم باد

---

[1] نواب صدر یار جنگ بہادر۔ مرتب

(۴۰)

[۱] اے دوست چو بست و ہشت سال ست بہ یاد — تبریکِ ولادتِ پسر بگفتا دلِ شاد
آں پورِ عزیزِ جاں محمد مسعود — از عقدِ نکاح گشت خانہ آباد

سہرا

(شب ما بین ۱۵ و ۱۶؍ دسمبر ۱۹۳۳ء)

(۴۱)

گفتند بشب مخواں کہ نقصاں دارد — گفتم کہ دلم شوقِ فراواں دارد
افسوس کہ آخرش نظر شد خیرہ — افراطِ عمل نتیجہ حرماں دارد

(بوقت صبح ۱۱؍ دسمبر ۱۹۳۵ء)

(۴۲)

دل در ہوسِ بقا بود چہ می باید کرد — دنیا برہِ فنا بود چہ می باید کرد
فارغ از فکرِ ہست و نیست می باید بود — انجام چو بر قضا بود چہ می باید کرد

(شب ما بین ۲۶ و ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اللہ باقی من کل فانی

(۴۳)

بسیار کس اند در پیِ بزرگ و ہم خرد — گویند کہ حالاتِ تو بایست شمرد
گویم کہ فقط ایں قدرم ہست خبر — پیدا شدم و زندہ ام و خواہم مرد

(شب ما بین ۷ و ۸؍ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۴۴)

[illegible]

انکارِ معاد و دین آساں باشد — ملحد ز قیودِ دیں ہراساں باشد
بشکستنِ شیشہ باشد آسان مگر — صنعت گریِ شیشہ نہ آساں باشد

(شب ما بین ۲۷ و ۲۸؍ ستمبر ۱۹۳۳ء)

---

[۱] یاد عقدِ نکاح مولوی مسعود الرحمن خاں (پسر کوچک نواب صدر یار جنگ بہادر کہ رباعی (شمارہ ۴۷ و ۵۱) بوقت ولادتش ہم فرمودہ بودند مرتب

(۴۵)
مفلس ز فکرِ ناں پریشاں باشد منعم پئے مال و جاہ حیراں باشد
مزمّل اگر ز من بپرسی گویم خوش آنکہ پئے رضائے یزداں باشد
(۵ر جولائی ؁۱۹۳۳ء)

(۴۶)
سر تیج بہادرے[1] کہ سپرو باشد در حکمت و علم چوں ارسطو باشد
قانون و سیاست و تمدن ملکش خوش صورت و خوش سیرت و خوش خو باشد
(۱۲ر ستمبر ؁۱۹۳۴ء)

(۴۷)
مولود[2] بہ خانۂ حبیبے آمد مسعود عزیز و خوش نصیبے آمد
دردِ دلم از دیر علاجے می خواست المنۃ للہ کہ طبیبے آمد

(۴۸)
در روزِ ازل چہ خوش عبارت گفتند از امر شفاعتم بشارت گفتند
معبود احد بود حبیبش احمد العاقل تکفیہ الاشارۃ گفتند
(۶ر جولائی ؁۱۹۰۱ء ۴ بجے صبح)

(۴۹)
چوں پار مرا خلعتِ زرّیں دادند امسال خطابِ شرف آئیں دادند
انعام ز قدرِ خدمتم بیشتر ست یک کردہ ام و ہزار چندیں دادند

---

[1] ملاحظہ طلب قطعہ شمارہ ۴۶ مرتّب
[2] ملاحظہ طلب شمارہ ۴۱ و ۵۱ مرتّب

(۵۰)

از نامِ ترقّی چہ ستمہا کردند   دین و ملّت نصیبِ اعدا کردند
صورت، سیرت، شعارِ قومی ادب   برباد بہ تقلیدِ اروپا کردند
(شب مابین ۲۹ و ۳۰ نومبر ۱۹۳۳ء)

(۵۱)

مولودِ[1] یگانۂ تو مسعود بود   در ہر دو جہاں کارِ تو محمود بود
ہر آرزوے کہ در خیالت آید   ناکردہ دعا پیشِ تو موجود بود
(بمقام بھیکم پور بوقت ہفت ساعت صبح بتاریخ ۶ جنوری ۱۹۰۵ء فی البدیہہ
بہ تقریب تولد پسر یگانہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب حسرت رئیس حبیب گنج گفتہ و ہماں دم نوشتہ شد)
(نیز ملاحظہ طلب شمارہ ۴۷ و ۴۸ سابق)

(۵۲)

روزے کہ وداعم ز جہاں خواہد بود   بارِ عصیاں بلاے جاں خواہد بود
مدّاحِ رسولم و ز فرمانِ خدا   مدّاحِ محمدؐ بجاں خواہد بود
(شب مابین ۶ و ۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۵۳)

مے خوارئِ شاعراں ز ابہام بود   ذکرِ مے و معشوق درو عام بود
چوں سعدی و جامی نبود فارغ ازیں   خیّام غریب مفت بدنام بود
(شب مابین ۱۹ و ۲۰ دسمبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] ملاحظہ طلب شمارہ ۴۷   مرتب

(۵۴)
تا عقل نہ بود با کسے کار نہ بود در پیش و پسم ز فکر انبار نہ بود
خوش باش ز دعوائے تعقل بگریز ہشیار ہماں ست کہ ہشیار نہ بود
(شب ما بین ۱۱ و ۱۲ ؍ اگست سنہ ۱۹۳۳ء)

(۵۵)
اخلاصِ عمل چو شرطِ ایماں نبود پس دہری و گبر چوں مسلماں نبود
ایمانِ ۱ و خلوصِ ۲ لازم ست و ملزوم حقا کہ اگر ایں ۲ نبود آں ۱ نبود
(انشدہ العبد الراجی الی اللہ المنان محمد مزمل اللہ خان المتخلص بہ [illegible]
فی تاریخ ستۃ فی شہر اپریل سنہ ۱۹۰۹ء فی وقت الصبح حینما کان راکبا
علی فرسۃ الشکیلۃ فی بھیکم پور)

(۵۶)
کیفی[1] کہ ز کیفِ سخن آگاہ بود شاعر ہمہ اختراند و او ماہ بود
بے مشعلِ علم در شبِ تیرۂ جہل ہر کس کہ بَرَد راحلہ گمراہ بود
(بمقام علی گڑھ سنہ ۱۹۲۴ء)

(۵۷)
گیرم کہ ترا ز کس ملالے نبود از کردۂ نیک و بد خیالے نبود
لیکن چہ تواں کرد کہ از کردۂ من گاہے نبود کہ قیل و قالے نبود
(شب ما بین ۷ و ۸ ؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

ن از نیک و بدے کسے خیالے نبود

---

[1] مولوی محمد مبین کیفی چریاکوٹی (فرزند اصغر مولوی محمد فاروق چریاکوٹی مرحوم و برادر زادہ مولوی عنایت رسول چریاکوٹی مغفور) مرتب

(۵۸)

خواہم کہ ترا ز من ملالے نبود   از من بہ بدی ترا خیالے نبود
از شومیِ بخت ہست کز خدمتِ من   اظہارِ رضا بہ ہیچ حالے نبود
(شب مابین ۷ و ۸؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

بسم اللہ العلی العظیم

(۵۹)

باراں بارید و بس فراواں بارید   در کوشک و کمرہ و بہ دالاں بارید
از کثرتِ ہائے و ہوئے مخلوقِ خدا   باراں گریاں و اشکباراں بارید
(شب ۵؍ جولائی ۱۹۳۳ء)

ہو المعزّ

(۶۰)

خطابِ تازۂ ”نواب بہادر“ چو رسید   ز دوستاں بمن آمد پیامہائے نوید
بہ سنِ نوزدہ صد سی و سہ ز سالِ مسیح ۱۹۳۳ء   ز پیشگاہِ حکومت رسید لطفِ مزید
(شب مابین ۲۷ و ۲۸؍ اگست ۱۹۳۳ء)

(۶۱)

اے کہ جز درگہِ تو نیست مرا ہیچ ملاذ   نہ کسے ہست بغیر از تو سزاوارِ عیاذ
دشمنانند ہزاراں بہ پناہم درگیر   دوستم ہست اگر ہیچ کسے باشد شاذ
ذ
(شب مابین ۵ و ۶؍ نومبر ۱۹۳۳ء)

(۶۲)

در قالبِ علم و عمل ست جاں کاغذ   احکام رسانندۂ یزداں کاغذ
ہر چند سفید ست سیاہش بکنند   از تیرگیِ قلوبِ ما ست لرزاں کاغذ
(شب مابین ۱۰ و ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

⁂

هوالمعین

(۶۳)

د

خوبست کہ یارانِ تو باشد ہزار   ہریک با صدق و باولاے بسیار
زین خوب ترت نیز بگویم کہ چہ باشد   حاجت نہ بود ترا از ایشاں زنہار
(شب مابین ۱۹ و ۲۰؍ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۶۴)

تعجیل مکن عزیز در کردنِ کار   انجام ز اِقدام مقدّم انگار
گر فیصلہ این ست کہ کردن فرض ست   بسم اللہ بکن بکوش تا آخرِ کار

(۶۵)

نیست معبود کسے غیر خداے برتر   بے شک و شبہ محمدؐ بودش پیغمبر
دینِ اسلام چہ دینے ست مبارک دینے   کہ بہ دنیا و بہ عقبیٰ کندت رفع ضرر
(۱۷؍ اگست ۱۹۳۳ء)

(۶۶)

ز

شکر ست فراموش و رہِ شکوہ دراز   احساں کردی۔ و رہِ عداوت شد باز
از شکر و احساں بگزشتیم مگر   چارہ چہ بود دشمنی اے ہمراز
(شب مابین ۳ و ۴؍ نومبر ۱۹۳۳ء)

(۶۷)

اے آنکہ بہ تو بختِ رسا ہست بساز   فیاض بباش و کارِ مخلوق بساز
امروز اگر خدمتِ مخلوق کنی   فرداست جزا از کرمِ بندہ نواز
(موٹر ۶؍ نومبر ۱۹۳۳ء)

در دِل ہوسِ معاش باشد شب و روز (۶۸) جاں در طلب و تلاش باشد شب و روز
ہر کو زرہِ قناعت آگاہ بود قانع بہ دو نان و آش باشد شب و روز
(شب مابین ۲۶ و ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ہر دم بدلم وساوس ست از خناس (۶۹) ہر لحظہ ز کالائے بد آرند اساس
شیطان انسان بصورت اند و باطن ابلیس اعوذ بک الرب من الجنۃ والناس
س
(شام و شب ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

سبحانہ تعالیٰ شانہ

حریفِ من ہمہ جور و جفاست کافرکیش (۷۰) برائے خود ہمہ نوش و برائے من ہمہ نیش
مگر کہ غافلے از دست بُردِ دستِ قضا کہ پیش او ہمہ یکساں بود چہ گرگ چہ میش
ش
(شب ۲۶ جولائی ۱۹۳۳ء)

اے تن پسِ جانِ تو دوان است مرض (۷۱) سرہا آمد بلائے جان ست مرض
شب ہا تا صبح نزلہ بر سینہ سوار ہر روز زصورتت عیان ست مرض
ض
(شب مابین ۴ و ۵ دسمبر ۱۹۳۳ء)

یک نکتہ زبندہ است در گوشِ تو عرض (۷۲) گو جاں برود مگیر از دوناں قرض
ناچار اگر بگیری از شخصے وام پس دادن او شمار بر خود فرض
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

نی آرٹی

ط

برجبہات از نسخۂ تقدیر ست خط (۷۳) کاحوالِ جہاں گزشتنی ست برآئی نمط
آلودہ مباش ز آبِ گندگیِ عصیاں   آسودہ و پاک باش در آب چو بط
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ہر آنکہ نوشتند ز تقدیرِ تو خط (۷۴) ہرگز نتواں کرد بہ تدبیر غلط
گر غم بہ نصیبِ تست بنشین و بخور   ایں غم نشود غلط بہ چنگ و بربط
(شب مابین ۲۱ر اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۳۳ء)

نپسند

ظ

باید کہ بہر لحظہ کنی پاس و لحاظ (۷۵) کالاے بدی میار ہیچو کافر بہ عکاظ
از مغز بجوے نکتہ ہا از قرآں   از پوست مکن ورد چو دورِ حفّاظ
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ع

چوں جانِ تو از تنِ تو آید بوداع (۷۶) گو یار کہ بمن بدہ گرت ہست متاع
ایماں اگرت سلامت ست با او بسپار   تا وقتِ نزع بصلح میری نہ نزاع
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

آزادیِ راے زیرِ قانون و شرع (۷۷) اصلِ آزادی ست باقی جملہ فرع
بے ضبط مباش خوار و غلطاں پیچاں   بے ہوش و حواس ہیچو بیماریِ صرع
(ہر دو رباعی در اثناے راہ علی گڑھ بہ سواری موٹر بوقت شام بتاریخ ۲ر نومبر
۱۹۳۳ء موزوں کردہ شد)

(۷۸)
اے ذاتِ تو ارفع و مکانِ تو رفیع   فریاد رسی و ہم بصیری و سمیع
مزمّلِ بیچارہ گنہ گار و بدست   بخشائے بر وکہ رحمتت ہست وسیع
(شب مابین ۵ و ۶ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

غ

(۷۹)
عمرت ہمہ برباد شد افسوس و دریغ   جلّادِ قضا بر سرِ تو آختہ تیغ
در آخرِ عمر از خدا ترس بکن   قہرش ہمہ آتش ست و مہرش ہمہ میغ
(شب مابین ۱۲ و ۱۳ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ف

(۸۰)
یارے[1] دارم کہ با من ست او بخلاف   من نیز برائے او ندارم ایلاف
ہر دو را راہ جدا ہست مگر منزل یک   چوں بحثِ شوافع ز گروہِ احناف
(۶ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ن تکرار مکن چوں نہ پسندی اسراف

---

[1] بزرگے بود حافظ عبداللطیف خاں نام کہ از نواب صاحب مرحوم قرابت داشت ہم خاندانی و ہم ہمسائگی و بالا برہمہ قلبی۔ نواب صاحب موصوف را بحضور ”حافظ صاحب“ و در غیبت ”حافظ یار“ می فرمودند۔ مردے بود سادہ دل مگر بسبب خفقان و مراق دل جوئی و دل داری او چنیں شاق کہ گاہ گاہے دریں جگر خوں می شد۔ بارے (چناں کہ معمول بود) از نواب صاحب رنجید۔ نواب صاحب ایں رباعی نوشتہ بہ نواب صدریار جنگ بہادر نقل کرد۔ نواب صدریار جنگ بہادر تفنناً تحریر فرمودند:

”جناب برادر مکرّم من۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ صبح بیدار ہونے پر ”حافظ یار“ پر رحم آیا۔ بے تامّل دو مصرعے زبان پر آگئے۔ پیش کرتا ہوں شاید پیوند کھا جائیں ؎

خلاف ہست و لیکن وفاق ہم داریم
چو اختلاف میانِ شوافع و احناف

نیازنشان
حبیب الرحمٰن“

حبیب گنج:
۷ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

با بغض و عداوت ست ہر لحظہ حریف (۸۱) گر فصلِ ربیع ست و اگر فصلِ خریف
خنداں خنداں و زہر خنداں آید از طعنہ بگوید کہ "مزاجِ تو شریف"
(باثنائے راہ علی گڑھ در موٹر ۱۳ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ہی مزاجِ شریف

ق

شیطانِ لعین ست بہر رہ قزّاق (۸۲) گر راہِ حجاز ست و اگر راہِ عراق
اندیشہ ندارم بروم سوئے مدینہ اندیشہ چہ کفر ست بہ کیشِ عشّاق
(شب ما بین ۲۹ و ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اے ربّ سما و ارض و اے ربِّ فلق (۸۳) اعوذ بک ربّی من شرِّ ما خلق
از شرِّ خلق در پناہم در گیر خواہند کہ حاصل نکنم سدِّ رمق
(شب ما بین ۲۱ و ۲۲ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

خواہند ز جانم نبود نیم رمق

بہ پناہم در ده

اے دل اگرت بختِ جوان ست رفیق (۸۴) رو خدمتِ خلق کن بقدرِ توفیق
از خدمتِ خلق مرد مخدوم شود نعم الرفیق ثم نعم التوفیق
(در اثنائے راہ قدرے در جھیکم پور و قدرے در موٹر براہ علی گڑھ - ۱۳ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

گ

جان ست چو باغِ سبز و قضا ہمچو تگرگ (۸۵) چوں ژالہ چکد بہ لالہ می ریزد برگ
صد سال اگر بر خوری از باغِ جہاں باللہ کہ رہا نمی تواں شد از پنجۂ مرگ
(شب ما بین ۲۷ و ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

ل

ہر چند کلاں ترم ز احباب بسال (۸۶) عقلم فرسودہ گشت و جسمم پامال
شرمم آید چو کس بزرگم گوید زیرا کہ بہ عقل ست بزرگی نہ بسال"
(شب مابین ۵ و ۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

از کثرتِ انبہا و باراں امسال (۸۷) خلقے خوش حال و خلقِ دیگر بدحال
از کثرتِ انبہ انبہ خوراں ہمہ خوش دہقاں بد حال و سقفِ خانہ غربال
(شب ۵ر جولائی ۱۹۳۳ء)

چشمم ہمہ درد و آرمیدن مشکل (۸۸) معشوقۂ من کتاب و دیدن مشکل
گویند بشب مخواں کہ نقصاں دارد نقصاں آساں کتب نہ دیدن مشکل
(شب مابین ۲۷ و ۲۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(قندِ مکرر)
چشمم ہمہ درد و آرمیدن مشکل (۸۹) معشوقۂ من کتاب و دیدن مشکل
گویند بشب مخواں درو نقصان ست نقصاں آساں مگر نہ دیدن مشکل
(بمقام بھیکم پور ۔ ۳ر مئی ۱۹۳۶ء بوقت صبح)

بسمہ تعالیٰ شانہ
صد شکر تمنّائے دلم شد حاصل (۹۰) بیعت کردم بدستِ شیخے کامل
حضرت عبدالغفور خاں نقشبندی مرحوم کو در کنفِ رحمتِ حق شد واصل
(شب مابین ۱۶ و ۱۷ر نومبر ۱۹۳۳ء)

(۹۱)

سرِ[1] یوسفِ ما که هست مردِ کامل فرزانه و فرماں ده و فردِ کامل
تسخیر کند ملکِ دلِ پیر و جواں چوں یوسفِ مصری بود عزیزِ هر دل
(شب مابین ۲۲ و ۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۹۲)

از کرده و ناکرده منم سخت ملول در دفترِ حسنِ عملم مسدّ فضول
یا رب به طفیلِ شافعِ روزِ جزا بخشاے به منِ اهلِ ظلّام و جهول
(شب مابین ۱۷ و ۱۸ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

هو المعطی المانع

دنیا خوانے ست پُر ز اقسامِ طعام (۹۳) باید خوردن از و بمقدارِ هضام
لیکن به هوس چو زود و بسیار خوری بیمار شوی و در نیابی آرام
(شب مابین ۱۱ و ۱۲ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۹۴)

صد بار به تو عرضِ تمنّا کردم فریاد برآوردم و غوغا کردم
یک بار نه کردی به منِ زار نظر مایوسم و از لطفِ تو ابرا کردم
(۲۳ر جولائی ۱۹۳۳ء)

(۹۵)

ما نیل فروختیم و دلگیر شدیم در دام افتادیم و به زنجیر شدیم
بودیم بفکرِ سود و کردیم زیاں تعجیل نمودیم و ز تدبیر شدیم
(الشدة عند النوم فی اللیل و اصلحته فی النهار فی بهیکم پور یوم الثلوث
۲۲ر دسمبر ۱۹۱۴ء)

---

[1] نواب سر محمد یوسف بیرسٹر و رئیس جون پور در سیاست و قیادت مشهور نزدیک و دور در ارتقاے ملک و قوم مساعی او موفور. مرتب

(۹۶)

عجیب راز کہ فاش ست با تو می گویم — دریں زمانِ دغل فارسی ہمی گویم
ن چو نخواہی عجیب تر کہ نخواہی شنو ز مزمّل — نمی تواں کہ بہ اردو ز شعرِ تر گویم

(شب مابین ۲۹ و ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۹۷)

ہر شب تا چند سرّ یعنی گفتن — از تارِ رگِ جاں دُرِ معنی سفتن
ہاتف گفتا کہ بہرِ نفعِ مخلوق — می گو می گو اگر توانی گفتن ن

(بوقت صبح ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

(۹۸)

[1] اے دوست چو بست ہشت سال ست کہ من — تبریکِ ولادتِ پسر بگفتم بہ علن
آں پورِ سعید یعنی مسعودُ الرّحمٰن — قد نال زواجا بطریق الاحسن

(شب مابین ۱۳ر و ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۳ء)

(۹۹)

ن چوزہ بچّۂ طاؤس بلذّت فزوں — پختہ رسیدہ است بمن از دادول
تحفۂ جنّت ز ابوبکر خاں — لحمُ طیرٍ ممّا یشتہون

(شب مابین ۳۰ و ۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۰۰)

دنیا طلبانند پئے مال و بنون — عقبیٰ طلباں در پئے جنّت و عیون
زاہد ببرِ عُجب و مزمّل با عجز — کُلُّ حزبٍ بما لدیہم فرحون

(شب مابین ۲۲ر و ۲۳ر نومبر ۱۹۳۳ء)

---

[1] نیز ملاحظہ طلب شمارۂ ۴۰ و ۴۶ و ۵۱ مرتّب

و سر تیج بہادر و سر اقبال ہر دو (۱۰۱) کشمیری و سپرو اند از نسلِ نکو
یک پنڈت و یک مسلم و ہر دو مخلص   یک لائیر و یک شاعر و کامل ہر دو

(۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء)

ہ مائیم و خطاری و تقصیر و گناہ (۱۰۲) شیطانِ رجیم کردہ مارا گمراہ
بر دیو پلید اے مزمّل می خواں   لاحول ولا قوّۃ اِلّا باللّٰہ

(۴ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء علی الصباح گفتہ شد)

(۱۰۳)
افسوس کہ قومِ ماست در حالِ تباہ   با بغض و عداوت ست ہریک ہمراہ
گم شد زمیانہ راہِ اخلاصِ عمل   اِنّا لِلّٰہ ثُمَّ اِنّا لِلّٰہ

(بہ اثنائے راہ علی گڑھ در موٹر۔ ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

عمرم ہمہ در الفتِ تو صرف شدہ (۱۰۴) موئے مشکیں سفید چوں برف شدہ
یک لحظہ نہ کردی تو بہ انصاف عمل   انصاف ز سرکارِ تو برطرف شدہ

(۲۳ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء)

(۱۰۵)

خوش آنکہ ز بد کردۂ کس پشیماں باشی   ز اندیشۂ رست وخیز ترساں باشی
نیکی کن و با خلقِ خدا شاد بزی   گر ایں بکنی مردِ مسلماں باشی ی

(۵ر جولائی ۱۹۳۳ء)

(۱۰۶)

رسم ست ز شاعراں بطرزِ غالی   ذکرِ مے و معشوق و پریشاں حالی
در سر نہ بود نشہ و نے در دل عشق   آوازِ دہل ہست ز بطن خالی

(شب مابین ۱۳ و ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء بمقام علی گڑھ)

شہر آشوب

هو العلیم الخبیر

واحسرتا که درد بدرماں برابرست   یعنی بہائے مرگ بصد جاں برابرست
ہر ژاژخا و زخرف و شوم و بدسرشت   با خوش بیان و منعم خوشخواں برابرست
آوخ بریں زمانِ پرآشوب و پُرخلل   کاندر فضائے او خر و انساں برابرست
ہندوستاں کہ مہدِ علومِ قدیم بود   حالا بجہل و شرّ بسوداں برابرست
ہر ناشناس و کودن و نافہم و بے خرد   در زعمِ خود بہ حضرتِ لقماں برابرست
بہتان و کذب و حرص و حسد فتنہ و فساد   با علم و حلم و عزّت و باشاں برابرست
بدگوئی برادرِ خود فخرِ ما بود   دشمن دریں زمانہ باخواں برابرست
عاقل بہائے عقل نیابد مگر لگد   ابلہ بعزّ و جاہ بہ سلطاں برابرست
ہرگہ دریں زمانہ بود ہمنشینِ مہ   ہر مزبلہ بہ صحنِ گلستاں برابرست
ہر جعل ساز و سفلہ و کم ظرف و بے سواد   با مردِ حق شناس و سخنداں برابرست
روباہِ حیلہ ساز دریں عہدِ پر دغل   در مکنت بہ شیرِ نیستاں برابرست
وردا که خونِ پاک جوانانِ پاک ذات   در خاک ریختند بارزاں برابرست
آدم بخیرگی بکند ذبح آدمی   انساں بہ میش و میش بہ انساں برابرست
فسّاق را بہ فتوئے قاضی بود صلا   مے خور کہ مے بہ چشمۂ حیواں برابرست
قزّاق و دزد و راہ زن و قاتل و ظلوم   ایمن ز دار و گیر بہ مہماں برابرست
دراین زمان دروغ بود برسرِ فروغ   دارالقضا بہ مجلسِ طفلاں برابرست
صادق گواہِ خویش نیابد بجز خدا   کاذب بہ شورہ پشتیِ شیطاں برابرست

زردار و چاپلوس درین عصرِ دوں پرست | در چشمِ حکمراں بہ سلیمانؑ برابرست
هر[1] بدسگال طعنه زند خیرخواه را | لابه درین زمانه بایماں برابرست
هر پیاده شاه مات ده باد شاه را | فرزیں درین بساطِ بیکراں برابرست
دشمن بدوست هیچ نیرزد مگر ببیں | در وقتِ ما که دوست بثعباں برابرست
نافهمی زمانه چه گویم که اندریں | دعوائے بے دلیل ببرهاں برابرست
حکّام را دو گوش فراخ ست و چشم بند | بدگوئے ایں زمانه به لقماں برابرست
عبدالعلی[2] بجور و جفا کشته شد مگر | حاکم به پاسداریِ جاٹاں برابرست

زیں پس مکن مزمّلِ رنجیده اعتبار
در کارگاهِ عقل هر انساں برابرست

(۱۶ر اکتوبر سنه ۱۹۳۳ء)

هو الشّافی هو الکافی

از وبائے[3] بخارِ ناهنجار | گشت امسال عالمے بیمار
آمد از یورپ انفلوئنزا | به سنِ نه صد هشژده و هزار ۱۹۱۸ء
سختی این مرض اگر پرسی | اندکے از بسے کنم اظهار
دردِ سر دردِ سینه دردِ کمر | درد پهلو و دست و پا و کنار
شعله در چشم و سینه و معده | وقنا ربّنا عذاب النّار
خواب و خور شد حرام بر رنجور | تشنگی بے شمار و بے مقدار

---

[1] از ساعت سه تا ساعت شش شام جسته جسته گفته شد ۱۲

[2] عبدالعلی عرف "جمّا میاں" پسر بشیر که یکے از ملازمان مقرّب عنایت اللّه خاں صاحب مرحوم عم نواب صاحب مرحوم بود خاں صاحب هر دو را بسیار عزیز می داشتند و چند موضع زمینداری بملک شاں کرده بودند۔ جمّا میاں در سنه ۱۹۰۲ء از دست جاٹاں شهید شد۔ مگر قاتلین بکیفر کردار خود نه رسیدند۔ مرتب

[3] وبائے حمّائے نزلی که در سنه ۱۹۱۹ء در هند عالمگیر شد۔ (م)

شدتِ سرفه دم فرو بسته   نزله بر سینهٔ مریض سوار
همه شب آه آه شور و فغاں   همه روز ست کربِ ضعف و بخار
تپ و ہذیان و کرب و بیہوشی   اضطرابِ دل و بسینه فشار
شد مریض از بخار سه روزه   ہمچو مدقوق لاغر و افگار
نیست یارائے جنبش و حرکت   نیست یارائے خوردن و گفتار
آه ازیں ماندگی و ناچاری   آه ازیں اختلالِ لیل و نہار
ہرکه بیمار ہست بیمار ست   تندرست ست بدتر از بیمار
ہیبتِ مرگ و خدمتِ مرضا   غمِ موتِ عزیز و نوکر و یار
عبرت و ترس بر تباہیِ خلق   قحطِ اجناس و غلّه در بازار
جاں پریشان و جسم و تن عریاں   شکمِ خالی و کفِ نادار
جگرِ سوخته و سینهٔ چاک   دلِ بریان و چشمِ طوفاں بار
نه اجیری کز و شود کارے   نه عزیزے که او کند ایثار
نه فقیرے که صدقه برگیرد   نه امیرے ست فارغ از افکار
نه طبیبے که نسخه بنویسد   نه حبیبے برائے چارهٔ کار
پدر و عمّ و مادر و خواہر   ق   پسر و دختر و برادر و یار
زوجه و بچّه عمّه و خاله   الغرض ہر یک از صغار و کبار
مہتر و سقه گاذر و حجّام   جمله باورچیان و خدمتگار
نوکر و چاکر و ندیم و رفیق   همه بیمار و جملگی بیکار
یک بیک جمله اہلِ خانه علیل   کیست تا دارو آرد از عطّار
نه دوا و نه دارو و درماں   نه غذا و علاج نے تیمار
غلّه غالی و پارچه کمیاب   قیمتِ ادویه گراں بسیار

قیمتِ پارچہ پنبہ بہ خدا   کفن ہم ارزِ شالِ حاشیہ دار
فصلِ سرما و جامہ ناپیدا   قیمتِ پنبہ شد زیک تا چار
آرد و دال و شیر سخت گراں   نمک و قند و روغن و اثمار
مرد دہقاں تباہ حال شدہ ست   از خرابی زرع وکشت وعقار
ارض مزروعہ خالی از زرع است   نیست جز خار خشک پیدا وار
خود و بچہ و زوجہ بیمارست   گاؤ جاموش و گوسفنداں خوار
طاقت از بہرِ چاہ رانی نیست   آب موجود نیست در انہار
کیسہ خالی و قرضہ کس ندہد   زانکہ خود مبتلاست ساہوکار
چارہ بہرِ دواب نایاب ست   مبتلاے بلاست ہر جاں دار
یک تنِ ناتوان واین ہمہ فکر   الغرض "یک انار و صد بیمار"
آدمی آخر آدمی زادہ ست   کوہ بر خود بلرزد از این بار
عددِ مردگاں چہ می جوئی   کہ بروں ست از حساب وشمار
حالتِ زندگاں چہ می پرسی   نے شکیب ست و نے سکون و قرار
زندہ و مردہ ہر دو یکسانند   آں یکے در غشی و این شنقار
خفتہ چوں مردہ راکند تدفیں   مردہ کے خفتہ راکند بیدار
مادرِ مردہ او فتادہ بخاک   طفل بر شیر می کند اصرار
بچہ مردہ بہ پہلوے مادر   مادر از سختیِ مرض ناچار
گورکن لیست و "زندہ در گور" ست   ہمہ وقت ست لیک دراین کار
عشق مفقود و دوستی ناپید   نیست فرقے بہ یار از اغیار
از عزیز و قریب ہیچ مپرس   ہیچ کس نیست با کسے غمخوار
شد فراموش کینہ و رنجش   شد فراموش حجت و تکرار

[illegible]

شد فراموش خودگرانیِ قحط
خوب و بیمار از خورش بیزار
یک سرِ مو نہ کرد کم ز وبا
طعنہ ہائے ایڈیٹرِ اخبار
گشت موقوف بحثِ استبداد
ملتوی گشت حجّتِ احرار
بے فریقین و حاکم و عملہ
شد معطّل کچہری و دربار
قاصدے نیست بہرِ پیغامے
گشتہ مسدود ڈاک خانہ و تار
نشّہ در بادۂ غرور نماند
سرِ نو دولتاں تہی ز خمار
از مئے و میکشاں نشانے نیست
در خرابات و خانۂ خمّار
نیست ناظم تفرّج و تفریج
نہ سواری نہ شغلِ سیر و شکار
ہوسِ جلبِ منفعت بے سود
قصرِ اُمیدِ لالہ شد مسمار
شہر و قصبہ و دیہہ و مزرعہ ہا
کوہ و صحرا و دشت و بحر و حصار
امریکہ و یورپ افریقہ
کابل و چین و تبّت و تاتار
دہلی و بمبئی و کلکتہ
حیدرآباد و لکھنؤ و بہار
شملہ و نینی تال و منصوری
سندھ و پنجاب و مدراس و برار
ہمہ از دستِ ایں بلا گریاں
ہمہ از دستِ ایں وبا افگار
اسپرین و کونین بے تاثیر
ڈاکٹر سخت عاجز و ناچار
دابہ و کاڑہا و لنگھنہا
وید از دست ایں ہمہ بیزار
ایکونائٹ برونیا و نکس
ہومیو پیتھی از ہمہ در عار
ہاں سپستان و خطمی و عنّاب
کرد فی الجملہ خفتِ آزار
نہ ز سائنس بود با اثرے
نہ ز اسپیچ و لکچر و پندار
نہ بحکمِ گورنرست شفا
نہ مرض ترسد از سپہ سالار
نہ ز ایرو پلین و سب میرین
نہ ز بٹیل شپ و امیرِ بحار

ن ناظم

ہمہ مجبورِ شاہ و شاہنشاہ   والیِ ملک و حاکم و سرکار
چارہ گر ہیچ نیست جز بخدا   مالک الملک واحد القہّار
تکیہ بر فضلِ او بباید کرد   باید از ذاتِ پاکش استفسار
او چو خواہد کشایشِ مشکل   کند آساں مراحلِ دشوار
بس مزمّل رجوع کن با او   خواہ امدادِ داورِ دادار
اے خداوند فالق الاصباح   ق ۱   اے خداوند خالق الانوار
شافی و کافی و سمیع و بصیر   ۲   نورِ بینائیِ اولی الابصار
المدد المدد خداوندا   ۳   الغیاث الغیاث یا غفّار
الحفیظ الحفیظ یا حافظ   ۴   الامان الامان یا جبّار
بہ طفیلِ جلال و عزّتِ خویش   ۵   صدقۂ قربِ احمدِؐ مختار
یارب از بہرِ انبیا و رُسلؑ   ۶   پئے جاہِ فرشتگانِ کبار
بہ کراماتِ اولیائے کرام   ۷   بہ طفیلِ ائمۂ اطہار
بہ شہیدانِؓ دشتِ کرب و بلا   ۸   بہ گروہِ مہاجرؓ و انصار
رحم فرما بحالتِ مخلوق   رحمت از خلقِ خود دریغ مدار
کارِ تو فضل و رحمت ست بخلق   کارِ ما بندگاں ست استغفار
ما ہمہ بندۂ گنہگاریم   تو کریم و رحیم و ہم غفّار
ما ہمہ مبتلائے عصیانیم   بندگانیم خوار و زار و نزار
ما ہمہ بد کنیم و تو نیکی   نیک فرما و شر ز ما بردار
منگر بر خطائے ما - منگر   بنگر بر عطائے خود ستّار
ہر چہ ہستیم جملہ ملکِ تو ایم   نیک کردار یا کہ بدکردار
رحم فرما و عذرِ ما بپذیر   اے توانا و مالک و مختار

جز تو بر ہیچ در پناہے نیست — نہ ز قہرِ تو ہیچ جاے فرار
مامنے نیست غیرِ بارگہت — نیست جز درگہِ تو مرجعِ کار
خستگانیم از بلا برہاں — تشنگانیم ابرِ رحمت بار
دردمندیم دردِ ما بہ کن — مستمندیم دردمند مدار
اے خداوند قادر و قیّوم
بہ پذیر از مزمّل ایں اشعار

(متعلق وباے انفلوئنزا من ابتداے ۷ر نومبر سنہ ۱۹۱۸ء لغایۃ
۱۶ر نومبر سنہ ۱۹۱۸ء گفتہ شد)

مراثی

مرثیۂ وفاتِ ایڈورڈ ہفتم قیصرِ ہند

بسم اللہ وبہ نستعین

شاہِ ما ایڈورڈ ہفتم شہریارِ باصفا — کرد از دار الفنا رحلت سوئے دار البقا
شہریارِ نیک خصلت داورِ با فرّ و ہوش — با ہمہ جبروت و سطوت صلح ورز و مہرزا ۱
شاد زا و شاد ماند و شاد مرد و شاد زیست — ما ہمہ از مرگِ او در رنج و ماتم مبتلا
رفتی و ما را رہینِ درد و غم بگذاشتی — ما نمی خواہیم کردن یادِ تو از دل جدا
گفتہ بودی خدمتِ خلقِ خدا فرضِ من است — رحمک اللہ وعدہ را از صدقِ دل کردی وفا
انحصارِ وصفہایت خارج از امکانِ من — پس بعجز از این گزشتہ می کنم بہرت دعا
اے کہ بودی بر سرِ ما سایۂ الطافِ تو — بر روانت باد دائم سایۂ لطفِ خدا
جارج فرزندِ عزیزت یعنی شاہنشاہِ ما — دیر بر جائے تو باشد خلق را حاجت روا

این دعا از بندۂ مزمّل و آمین ز خلق
با امیدِ استجابت از جنابِ کبریا

این اشعار برائے خواندن جلسۂ ماتم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کہ بہ یوم دفنِ مرحوم در کالج شدہ بود بمقام علی گڑھ بتاریخ ۱۹؍ مئی سنہ ۱۹۱۰ء موزوں کردہ بوقت صبح بتاریخ ۲۰؍ مئی مذکور در جلسہ بہ ضمن تقریر خواندم۔ سہ شعر از وقت عصر تا مغرب و چار شعر مابین مغرب و عشاء و یک شعر بر بستر استراحت و یک بوقت صبح در غسل خانہ گفتہ شد۔

(۲۰؍ مئی سنہ ۱۹۱۰ء)

اللہ باقی من کلّ فانی

مرثیہ مادیانِ شکیلہ

مرثیہ تاریخی سقط شدن مادیانِ شکیلہ کہ وقت پنج ساعت صباح بحالت آبستن نو ماہ از عارضۂ فالج کہ سبب غفلت جیوا سائیس کہ بہ حالت سردی بلا بالاپوش شباں در زیر سایۂ آسمان بستہ بود۔ بعد بیماری بست و چہارم ساعت بوقت پنج ساعت صبح بتاریخ ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء مطابق ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۷ھ و سنہ ۱۳۱۷ف فوت شدہ بود۔ بسیار حسینہ و جمیلہ بود۔ مادیانِ عرب اوّل کمتر دستیاب می شود و اگر می شود بدیں شان از نظر نہ گزشتہ۔ ہر کہ از صاحبانِ انگریز یا احبابِ بابصر ہندوستانی می دید فریفتہ می شد۔ باوجود چالاکی مفرط بسیار نیک مزاج بود یکبار آبستن شدہ بچہ سہ ماہہ اسقاط کرد۔ بعد پنج سال پس ہژدہ مرتبہ اسپ شد و حاملہ شدہ بود کہ خود بگزشت۔ ہماں روز تا ساعت چہار شام ایں چند اشعار قلم بر داشتہ بمقام بھیکم پور موزوں کردہ شدہ کہ یاد ماند۔

مادرِ ایں مادیان را جناب اخی مکرمی قبلہ مدظلہم العالی با دیگر اسپان در یمن خرید فرمودہ بودند۔ اصل نجدی نژاد بود و در اثنائے سفر در جہاز زائیدہ بود۔ ایں بچہ داد۔ بھائی صاحب ایں بچہ را بہ عمرِ ۲ دو سالگی بہ من عطا فرمودہ بودند۔ شکیلہ نام کردم۔ رنگ خود و مادرش اصل سرنگ بود و در ہیچ جا ہیچ عیب نداشت۔ ۱۶ شانزدہ سال عمر یافت۔ من خودش تعلیم دادہ بودم۔

۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

ب

عرب مادیائے شکیلہ بنام   حسین و جمیل و اصیل و نجیب
تنش قاقم و بال و دم چوں حریر   زرِ خالصش رنگ و شانش عجیب

دونده چو آهو - جهنده چو برق   سبک رو چو باد و چو کلکِ ادیب
به قرب و جوار و به نزدیک و دور   نه بودش حریف و نه بودش رقیب
زبس نازک و چابک و تیز گام   به طرزِ دل آویز و شان عجیب
نژادش ز نجد و ولادت به بحر   وفاتش به هند و معاشش به طیب
مرا سیزده ۱۳ سال بُد زیر ران   به سیر و شکار و بعید و قریب
ز نادانیِ چاکرش جو ارام   ز پا او فتاده اجل شد نصیب
مزمّل بگفتم سنه فصلیش
به یک تخرجه مادیانِ غریب

به تخرجهٔ یک عدد
۱۳۱۸
۱
۱۳۱۷ فصلی

[illegible]

تاریخ مردن اسپ سهیل

اسپ سهیل سه ساله بود که در ماهِ مئی ۱۸۹۱ء از سید عبد المجید عرب مدنی بوجه ناقدری ابنائے زماں که هیچ یک او را نه پسندیده بود به قیمت دو صد پنجاه روپیه ۲۵۰ خرید کردم - بچه بود خیلی شوخ، در اوّلیں سواری سکندری خورده بر زمین افتاد - من هم از خانهٔ زیں جدا شدم و مجروح شدم - البته دو هفته علاج شد - مردماں گفتند اسپ نامبارک ست، خود دل خالی از دغدغه نبود - فی الجمله اسپ با من بود سهیل نام دادم - رفته رفته جوان شده و توانا تر و ایں قدر خوب صورت و چالاک و قوی و اصیل و ملیح بر آمد که مشهور نزدیک و دور شده - صاحبان انگریز برو فریفته بودند - بارها در سواری مس هرسین صاحبه و مس هیلیڈربی صاحبه بود و در شکار خنزیر بوده بود و

جستِ خندق و دیوار و فنونِ نیزہ بازی عدیلِ خود نداشت۔ بارہا از پشتِ او بازی ہاے جم خانہ از صاحبانِ انگریز و ہندوستانی بازی ہا بردم آخر العمر چناں من با او و آں با من مانوس بودند کہ بیش بر آں مشکل ست۔ نر بود و با مادیان چند بار جفت ہم شدہ بود۔ امّا گاہے غیر معمولی شوخی نمی کرد۔ و زیر زین من ہر چہ می خواستم و می گفتم می کرد۔ در جائے کہ بالا و پست می بردم می رفت۔ ناگاہ بحالت غایتِ صحّت و قوّت و چابکی و تندرستی ہنگام راتبہ خوری غذا در گلو بست دم بند شد بمشکل تمام ڈاکٹر از آلات عمل کرد تا لقمہ فرو رفت اما یقین ست کہ چیزے از غذا در شُشش رفتہ باشد المختصر بیچارہ ازیں صدمہ نجات نیافت ہر چند مداواے کامل کردہ شد، بخار بشدت لاحق شد و بالآخر دو شبانہ روز مبتلا بودہ بتاریخ یازدہ ماہ اگست سنہ ۱۹۰۸ء مطابق دہم رجب سنہ ۱۳۲۶ھ و سنہ ۱۳۱۵ فصلی بساعت دہ نواخت روز فوت شد۔ بسیار قلق داد۔ گویا کہ در عمر چہل و سہ ۴۳ سالگی پایم شکست مشکل ست کہ جانورے ہمچو کار آمد و رفیق دیگر بدست آید بشرطیکہ خود حیات مستعار من ہم قدرے دیگر وفا کند۔ با آنکہ بہ مبلغ ایں قدر قلیل خرید کردہ بودم لیکن چوں جوان و کار آمد شد بہ قیمت دو ہزار می ارزید و من البتہ پنج ہزار ہم بہ جدا کردنش راضی نتوانستم شد۔ در عرصہ یک ساعت و نیم قطعہ تاریخش موزوں کردم و بر مادّہ تاریخ "غروب سہیل" کہ بر تعمیہ دو کہ از باے "بکا" بر آوردہ ام البتہ فخر دارم۔

۱۳ر اگست سنہ ۱۹۰۸ء وقت دہ ساعت روز بمقام بھیکم پور قطعہ تاریخ بتاریخ یازدہ ۱۱ اگست سنہ ۱۹۰۸ء مابین چہار و پنج نیم ساعت سہ پہر موزوں کردہ بودم فقط

مرا بود اسپے عرب سبزہ رنگ — وفادار و منقاد و نامش سہیل
سمش سنگ خارا دُمش جعد حور — تنش سیم خالص دو چشمش کحیل
تناور چو پیل و دلاور چو شیر — دواں مثل باد و رواں ہمچو سیل

مطیع و وفادار و عادت‌شناس   عزیزِ دلِ جملهٔ یارانِ خیل
مرا هیژده[۱۸] سال خدمت نمود   بطوع و رضا و به تسلیم و میل
به ناگاه مرد و دلم رنجه کرد   بمن صبح تابان سیه شد چو لیل
ز روی بکا سالِ این واقعه (ب)   هزمّل بگفته - غروبِ سهیل

۱۳۱۳
۲-ب
۱۳۱۵ فصلی

نوحهٔ وفات حضور ملکهٔ معظمهٔ قیصرِ هند کوئین وکٹوریا مرحومه

(در جلسهٔ تعزیت حضور ممدوحهٔ مرحومه بتاریخ دوم فروری سنه ۱۹۰۱ء به ضمن تقریر خودشان خوانده شد
اوّلین نظم ست که به پارسی موزون کردم)

ای عزیزان نوحه خوانم با آوازِ حزین   بر وفاتِ ملکهٔ وکٹوریا - یعنی کوئین
ایمپرس آف انڈیا - شاهنشهِ عالی جناب   آنکه مثلش در جهان پیدا نگردد بعد ازین
شهریارِ کامگار و تاجدارِ نامدار   افتخارِ مُلک و ملّت صاحبِ تخت و نگین
ماهتابِ بذل و جود و آفتابِ دین و داد   آسمانِ عزّ و دولت - بلکه بالاتر ازین
آنکه انگلش نیشن از روی فخرِ ابنائے زبان   ای که - بی تو هندیان اول بُد و اندوهگین
آوخ! اوخ! بر تو ای پیرِ فلک بیدادگر   کز سرِ ما ناگهان برداشتی ظلّی چنین
من نمی گویم که فوق العاده ست این جورِ تو   کارها کردی بدینسان - آری آری پیش ازین
کاش! تا چندی نمی کردی چنین ظلمِ عظیم   کاش! می بودیم چندی عمرها در را قرین
منتظر بودیم تا بینیم بعد از هفت سال   با کمالِ شوق و فرحت - جوبلی سومین

حیف باشد تا بجائے آرزوئے جشن و عیش   مجلسِ ماتم شود برپا و خلق اندوہگیں
سینہا صد چاک باشد۔ خاک بر سر ہر یکے   ملکِ ما تاراجِ غم شد۔ یا الٰہ العالمیں
رحم فرما! بندگانِ خویشتن را صبر بخش   خاصہ شاہنشاہِ ما۔ ایڈورڈ ہفتم پاک بیں
بس مزمّل ختم کن اشعار و دل باحق بہ بند   بر دعا ختمِ سخن کن سیرتِ پاکاں گزیں
اے خدا، اے بادشا، اے خلق و عالم را پناہ ف اے کہ بے فضلِ تو ابتر جادۂ دنیا و دیں
رحم کن بر روحِ پاک ملکۂ وکٹوریا
اَنتَ غَفّارٌ رَحیمٌ نَحنُ کُنّا مُذنِبِیں

مرثیہ وفات حکیم عبد المجید خان صاحب رئیس دہلی المخاطب بہ حاذق الملک

ہ
"حاذق الملک" سوئے جنت رفت   زاین جہانِ خراب واویلاہ
جانِ او در جوارِ رحمتِ حق   جانِ ما در عذاب واویلاہ
گشت تعلیم و درس خاک بہ سر   گفت علم و کتاب واویلاہ
جانِ من تا بہ حشر رنج برد   تا بروزِ حساب واویلاہ
بر جواں مرگ دوستاں افسوس   بر سرور و شباب واویلاہ
از بسے سوزشِ غمِ فرقت   دلِ من شد کباب واویلاہ
اے فطانت ایاب صد حسرت   اے حذاقت مآب واویلاہ
رشکِ بقراط فخرِ جالینوس   ماہرِ لاجواب واویلاہ
حیف بردست بردِ دستِ اجل   آہ ازیں انتخاب واویلاہ
اشک ریزی و خوں ہمی باری   اے بخیلِ سحاب واویلاہ
ہستیِ عالم است وہم و گماں   چشمۂ او سراب واویلاہ

قوتِ جانِ حزیں غم و خون ست   زیں طعام و شراب وا ویلاہ
در فیضانِ او بما بستند   از چنیں سدِّ باب وا ویلاہ
جانِ من وقفِ حسرت و ارماں   قلق و اضطراب وا ویلاہ
آہ عبدالمجید خاں زغمت
شد مزمّل حباب وا ویلاہ

(۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

متفرّقات

(اردو، فارسی، عربی، انگریزی)

ہم نے سو بار دل کو سمجھایا   پر نہ اس کی سمجھ میں کچھ آیا
آخرش جب لگی گزرنے کچھ اور   تب تو صدمے اٹھا کے گھبرایا
میں نے اس سے کہا کہ "اے نادان   عقل سے کام لے" تو فرمایا
"عقل اوّل ہی ہو چکی رخصت   جب سے الفت کا کچھ مزا پایا"

(۱۵ر اگست ۱۸۹۴ء)

(بموسمِ گرما ایک خاص حالت میں ۱۸۹۲ء میں یہ قطعہ لکھا تھا۔ مزمل اللہ)

فرد

وشمس[1] صدارتی غربت وغابت   فلیس لها الحرارة والضّیاء

(۸ر دسمبر ۱۹۲۳ء بھیکم پور)

---

[1] بعض اساتذۂ مسلم یونیورسٹی بصورت وفد بہ خدمت نواب صاحب پیش شدند۔ سرخیل مولانا عبدالحق حقی بغدادی مرحوم (اُستاذِ عربی) بود۔ و آں ہنگامے بود کہ نواب صاحب قلم دان وائس چانسلر بصاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم تفویض کردہ بودند۔ ڈاکٹر ضیاء الدین پرو وائس چانسلر بود۔ نواب صاحب ایں فرد را ارتجالاً انشاد و ارشاد فرمودند۔ ایں مشاہدۂ من بندہ است۔ الفاظ "شمس" (آفتاب) و "ضیا" ملاحظہ شدنی ست۔ مرتّب

حبیبی لقد انشدتنی من کلامك العذب   وقد خاطبتمونی بحسن احسن الخطب
فانت ذی العلم والفضل والشرف   بحسن الوطن والنسل والنسب
تبارك الله فیكم وفی اولادكم كلاً   ونالكم كلّ المنایا والرّتب
لسانكم عربیّ مبین ذی مفاخرة   وانا الهندی لا بالوهب ولا كسب
فما بادرت باشعار فخراً ولا كبراً   استغفر الله من كبر ومن كرب
فانّی مزمّل المرجو من ربّی
باسماحٍ من سخته ومن الغضب

سجعہ محمد احمد اللہ خاں طال اللہ عمرہ گفتۂ محمد مزمل اللہ خاں

احمد[1] اللہ خانِ مزمّل غلام احمد ست

سجعہ محمد مزمل اللہ خاں رئیس بھیکم پور گفتۂ خود شاں

غلام احمد و داؤد ہست مزمّل

مقتضائے وقت ایں باشد کہ پیماں بشکنم قطعہ ۱۸۴   دوست را دشمن شمارم ہیچ احساں بر کنم
ایں ہمہ آساں بود۔ امّا فرار از موت نیست   چارہ[2] جز ایں نیست با صد سوز افغاں سر کنم

---

[1] محمد احمد اللہ خاں پسر اکبر و اولاد اوّلیں نواب صاحب بود۔ ۱۹۱۶ء در عین عنفوان شباب فوت شد۔ بسیار رسید و شدنی بود۔ مرتّب

[2] نواب صاحب صرف سہ مصراع اوّل فرمودہ۔ باقی را ناکمل گزاشتہ۔ خدا داند چرا۔ ایں مصرعۂ چہارم را من بندہ چسپاں کردہ ام۔ معلوم نیست کہ پیوند شد یا نہ۔ مرتّب

آج ہے محفلِ میلادِ رسولِ اکرم　　میرا گھر آپ کے فیضان سے ہے رشکِ ارم
آپ کے فیض سے ہے چشمۂ رحمت جاری　　آپ کی ذات سے ہے میرا سہارا ہر دم
آپ کے نام کا سکّہ ہے جہاں میں جاری　　ہے مؤذّن کی اذاں غلغلۂ شام و عجم
آپ ہیں باعثِ تنزیلِ کلامِ ربّی　　آپ کے نورِ ہدایت سے منوّر عالم
آپ کے نام پہ قربان مزمّل کی جاں
آپؐ کے نام پہ نکلے گا مرا آخر دم

کلمۂ توحید کے پڑھنے میں نکل جائے یہ دم

سجعہ گفتۂ خود شاں

محمدؐ را مزمّل گفتہ است اللہ در قرآں

ریشِ مخضّب

One is as white as snow
The other is as black as a crow
They have born together and together they grow
Together they will live and together they will go.

(املا باردو)	(ترجمۂ منظوم از مرتّب)
ون از ایز وائٹ ایز سنو	ایک تو ہے سفید جیسے برف
دی ادر از ایز بلیک ایز اے کرو	دوسری ہے سیاہ جیسے زاغ
دے ہیو بورن ٹوگیدر اینڈ ٹوگیدر دے گرو	ساتھ آئی ہیں بڑھ رہی ہیں ساتھ
ٹوگیدر دے ول لو اینڈ ٹوگیدر دے ول گو	ساتھ رہتی ہیں ہوگا ساتھ فراغ
(اپریل سنہ ۱۹۲۵ء)	(تاریخ ترجمہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ء)

MUSLIM UNIV

بسمہ تعالیٰ شانہ

نیا آج ساماں ہوا چاہتا ہے   گلستاں پرستاں ہوا چاہتا ہے
خیاباں خیاباں ہیں گلہائے معنی   بیاباں گلستاں ہوا چاہتا ہے
ہر اک تختۂ باغ فیضِ صبا سے   چو تختِ سلیماں ہوا چاہتا ہے
ہر اک میہماں کہہ رہا ہے[1] یہ نازاں   کہ مہمانِ[1] ذی شاں ہوا چاہتا ہے
فلک سے چلی آرہی ہیں صدائیں   کہ رحمت[1] کا عنواں ہوا چاہتا ہے

عیدِ میلادِ نبی آئی ہے   مژدہ یہ بادِ صبا لائی ہے
دل مرا آپ پہ قربانِ نبی   جاں مری آپ کی شیدائی ہے

(سنہ ۱۹۲۵ء)

عید میلادِ رسول الثقلین آئی ہے   یہ خبر آج نسیمِ سحری لائی ہے
غنچے کھل کھل کے بنے پھول چمن میں یکسر   پھول پھولے ہیں خوشی کی جو خبر آئی ہے
دل ہے ہر مومنِ صادق کا مسرت سے بھرا   بزمِ میلاد میں عشرت کی ہوا آئی ہے
عشقِ احمدؐ نہ ہو جس دل میں وہ دل پتھر ہے   ہو نہ جس دل میں خیال اُس کا وہ سودائی ہے
میرے اللہ کے پیارےؐ مرا ہادی تو ہے   دل مرا تیری شفاعت کا تمنائی ہے
تو نہ ہوتا تو مسلمان کہاں سے ہوتے   تیرے صدقے میں یہ دولت ہمیں ہاتھ آئی ہے

خواب میں آؤ مُزمّل کی تسلّی کے لیے
دیدۂ شوق زیارت کا تمنائی ہے

(بھیکم پور۔ ۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء)

تمت بالخیر

---

[1] خلا پُر کردہ بندۂ مرتب

CALL No. ف ٨٩١٫٥١٥١ / د ٢٦ م ACC. NO. ٣٦٥٠

AUTHOR

TITLE درج لولوئ فصاحت

ف ٨٩١٫٥١٥١ د٢٦م

٣٦٥٠

درج لولوئ فصاحت

Date	No.	Date	No.
For binding L. No. 4/95 7.7.95	✓		

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES :- PERSIAN SECTION

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-book and **10 Paise** per volume per day for general books kept over-due.